والدین کے لیے دعائے مغفرت کرو

سیّدنا ابواسید مالک بن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ بنی سلمہ قبیلے کا ایک آدمی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آ کر اس نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کوئی ایسی نیکی بھی باقی ہے جو والدین کی وفات کے بعد میں ان کے ساتھ کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((نعم، الصلاة عليهما والاستغفار لهما وإنفاذ عهدهما من بعدهما وصلة الرحم التي لا توصل إلا بهما وإكرام صديقهما.)) (سنن أبی داود: ٥١٤٢، سنن ابن ماجه: ٣٦٦٤)

''ہاں، ان کے حق میں دعائے خیر کرنا اور ان کے لیے مغفرت مانگنا، ان کے بعد ان کے (کیے گئے) عہد کو پورا کرنا اور ان کے رشتوں کو جوڑنا جو انھی کی وجہ سے جوڑے جاتے ہیں اور ان کے دوستوں کی عزت کرنا۔''

۳۶: زمین بطور ظلم غصب کرنا:

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، بے شک رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((من اقتطع شبرا من الأرض ظلما طوقه الله إياه يوم القيامة من سبع أرضين .))

(صحيح مسلم، رقم الحديث: ١٦١٠، صحيح بخاري، رقم الحديث: ٢٤٥٢)

''جس آدمی نے ایک بالشت زمین پر بطور ظلم قبضہ کرلیا تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کو سات زمینوں کا طوق پہنائے گا۔''

۳۷: تحفہ دے کے واپس لینا:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((العائد فی هبته كالكلب يقيء ثم يعود في قيئه .)) (صحيح بخارى، رقم الحديث: ٢٥٨٩، صحيح مسلم، رقم الحديث: ١٦٢٢، أبوداود، رقم الحديث: ٣٥٣٨)

''تحفہ (ہبہ) دے کر واپس لینے والا اس کتے کی طرح ہے جو قے کرتا ہے، پھر اسے چاٹتا ہے۔''

حضرت ابن عمر اور ابن عباس رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لا يحل للرجل أن يعطي عطية ثم يرجع فيها .)) (سنن ترمذي، رقم الحديث: ٢١٣٢، أبوداود، رقم الحديث: ٣٥٣٩، ابن ماجه، رقم الحديث: ٢٣٧٧)

''کسی آدمی کے لیے جائز نہیں ہے کہ کسی چیز کو بطور ہبہ دینے کے بعد اسے واپس لے لے۔''

۳۸: دنیا حاصل کرنے کے لیے علم سیکھنا:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((من تعلم علما ـ يبتغي به وجه الله ـ لا يتعلمه إلا ليصيب به عرضا من الدنيا لم يجد عرف الجنة يوم القيامة .)) (سنن أبي داود، رقم الحديث: ٣٦٦٤، مسند أحمد: ٢/ ٣٣٨)

''جو شخص وہ علم جس کے حصول سے رضائے الٰہی مقصود ہوتی ہے، اس لیے حاصل کرتا ہے کہ دنیا کا کچھ سامان حاصل کرے تو وہ شخص قیامت کے دن جنت کی خوشبو بھی نہ پائے گا۔''

(عبدالرحیم بلتستانی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا

مسلک اہلحدیث کا داعی و ترجمان

ہفت روزہ

الاعتصام

لاہور

یکے از مطبوعات دار الدعوۃ السلفیۃ

بانی
مولانا محمد عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ

سرپرست
مولانا ابوبکر صدیق السلفی

27 جمادی الاولیٰ 1433ھ جمعة المبارک 20 تا 26 اپریل 2012ء

شمارہ 16 جلد 64

خط کتابت کے لیے : ہفت روزہ الاعتصام، 31 شیش محل روڈ، لاہور
کرنٹ اکاؤنٹ نمبر : ABL 2466-4 بلال گنج برانچ لاہور
فون نمبر : 042-3735 4406
فیکس نمبر : 042-37229802
رجسٹرڈ نمبر : CPL : 12
E-Mail: al.aitisam@gmail.com

بدل اشتراک

فی پرچہ	:	-/12 روپے
سالانہ	:	-/500 روپے
بیرونی ممالک سے	:	-/200 ریال -/60 ڈالر امریکی

پرنٹر: پرنٹ یارڈ پرنٹرز، لاہور۔ ناشر: حافظ احمد شاکر، مقام اشاعت: 31 شیش محل روڈ لاہور 54000

اداریہ

جھنجھٹ

حافظ احمد شاکر

انسان نے جب سے مدنیت اختیار کی ہے لڑائی جھگڑے بھی ساتھ ہی ساتھ شروع ہو گئے۔قتل وغارت تو ہابیل اور قابیل ہی سے شروع ہو گئی تھی جواب تک جاری ہے۔انسانی معاشرے میں لڑائیاں عموماً اپنی دھاک بٹھانے،تفوق جتلانے اور برتری بتانے کی خاطر ہوتی تھیں۔اسلام ایک ایسا واحد دین ہے جس نے قبیلے،برادری اور شخصی دھاک بٹھانے اور مملکت کی وسعت کے لیے جدال وقتال کی اجازت نہیں دی بلکہ قتال کو صرف اعلاء کلمۃ اللہ کے لیے خاص فرما کر اس قتال کو جہاد فی سبیل اللہ کا نام دیا۔اس کی ترغیب دی،فضائل بتائے اور اس کے اصول بھی وضع فرما دیے کہ اگر کسی قوم یا بستی کو اسلام کی دعوت دینی ہو تو اوّلاً اہل بستی کو ان کی بستی سے باہر یا خود بستی میں جا کر اسلام کی دعوت دو۔دوم:جزیہ پر راضی کرو۔سوم:اگر وہ دونوں تجاویز قبول نہ کریں تو رات انتظار کرو،اگر بستی سے اذان کی آواز آ جائے تو ٹھیک وگرنہ ان سے معرکہ آراء ہو جاؤ۔ہاں!اگر کسی ملک یا بستی میں کافر ملک کی حکومت مسلمانوں پر ظلم کر رہی ہو تو مظلوم مسلمانوں کی مدد کرو اور ضرور کرو لیکن مدد وقت کی مسلمان (چاہے نام ہی کی) حکومت ہی کو مسلمانوں پر ظلم کے خلاف جوابی کارروائی کرنی چاہیے۔

ماضی قریب میں افغانستان کے مسلمانوں پر ایک غیر ملکی استبداد حملہ آور ہوا تو اس وقت کی فوجی حکومت نے اس ظلم کے خلاف افغان مسلمانوں کی مدد شروع کر دی جس کو ابتدا میں تو دنیائے کفر اور اس کے پالتو دانشور دیوانے کی بڑ قرار دیتے تھے لیکن جذبے کی سچائی جب کامیابی کے راستے پر گامزن ہونے لگی تو افسوس اس حملہ آور کے واحد حریف نے اس کو اس طرح اچک لیا کہ پاکستان کے لیے یہ جنگ کھیر کی بجائے دلیا بن گئی۔خون مسلم سے لالہ زار سرزمین افغانستان سے مسلمان کے خون کی سرخی کو طاغوت یعنی مغربی عشوہ طراز نے اپنے رخ ورخسار کا غازہ بنا لیا جس کے لیے پہلے اس نے اپنے کارندے تلاش بلکہ پہلے سے موجود ٹوڈیوں کو متحرک کر کے جنیوا معاہدہ کا ڈول ڈالا اور پھر ممکنہ مزاحمت کاروں کو اپنے سفیر کا ٹڑ کا لگا کر ایک ہی ملے میں ٹھکانے لگا دیا اور علی الاعلان اسلام بلکہ مسلمانوں کو ہدف قرار دے کر نیو ورلڈ آرڈر جاری کر کے وطن عزیز میں اس پر عمل درآمد اس طرح شروع کر دیا کہ وطن عزیز کے میدان سیاست کی اصیل محبوبہ جمہوریت سیاستدانوں کے ہالہ اقتدار واختیار میں دے دی اور ہر سیاستدان بقدر ہمت وصلاحیت اس سے باری باری استمتاع کرتا رہا تا آنکہ ایک ایسا گوہر یک دانہ طاغوت کے ہاتھ لگ گیا جو واقعتاً وطن عزیز کی تاریخ میں بے مثال تھا کہ جو ایک ہی غمزے پر ایسا ڈھیر ہو گیا کہ دنیائے خودسپردگی میں شاید اس کی کوئی مثال ہی نہ ہو۔اور پھر طاغوت کی نگہ انتخاب نے اس کا ایسا ''خلف'' بھی ڈھونڈ لیا کہ ؏ پسلی پھڑک اٹھی نگہ انتخاب کی۔برمحل معلوم ہوا۔اور رحم اللہ النباش الاوّل بھی سچ لگنے لگا۔

سلالہ چیک پوسٹ پر حملے سے تقریباً ۲۴ فوجی جوانوں کی شہادت کے بعد حکومت پاکستان نے نیٹو سپلائی کو فوراً بند کرنے اور اپنا ایئر بیس امریکہ سے خالی کرانے کا جو فوری فیصلہ کیا تھا وہ فیصلہ بایں معنی ناگہانی محسوس ہوتا تھا کہ امریکہ کو اس کی توقع نہیں تھی،اس لیے کہ بعض باخبر اور صائب الرائے حلقوں کا یہ بھی کہنا تھا کہ یہ حملہ امریکہ کے اس معروف سوچے سمجھے طریقہ واردات کا حصہ ہے کہ ایک واقعہ کو دبانے کے لیے دوسرا وقوعہ کر دو،بدعنوانی،عدالتی حکم عدولی جیسے بہت سے واقعات کو دبانے کے لیے ایبٹ آباد کا آپریشن کر دیا،اس کو دبانے کے لیے میموکیس اچھال دیا،اس سے نظریں ہٹانے

اور پاکستانیوں کے جذبات کی گہرائی ماپنے کے لیے سلالہ پر حملہ کے ذریعے جذبوں کی آنچ جانچ لی لیکن نیٹو سپلائی کی بندش یا ایئر بیس کی واپسی جیسے ردِّعمل کی غالباً امریکہ کو توقع نہیں تھی۔تاہم یہ ایشو اٹھ گیا تو پھیلتا ہی چلا گیا۔حتی کہ حکومت نے اطاعت اغیار کی بندوق کے لیے پارلیمنٹ کو کندھا بنانے کے لیے تمام سیاسی جماعتوں کو نمائندگی دے کر قومی سلامتی نامی ایک کمیٹی کی بنیاد رکھی۔ پھر اس میں روٹھنے اور منانے کی آنیاں جانیاں بھی آشکار ہونے لگیں اور بالآخر ''وسیع تر قومی مفاد'' کی خاطر یہ مذاکرات کامیاب بھی (کہ بالآخر انھوں نے ہونا ہی تھا) ہوئے تو حکومت نے اپنے پالیسی میٹر یا اپنی حکومت کے بنیادی ہتھیار ''مفاہمت'' کو بروئے کار لاتے ہوئے انسانی بنیادوں پر نیٹو کے لیے خوراک کی سپلائی کی بحالی کا گرین سگنل دے دیا۔اب ظاہر ہے بعض شرطیں بھی طے ہوجائیں گی اور افغان مسلمانوں پر ظلم وستم کا پہاڑ توڑنے والی افواج تازہ خوراک (مع غیر اسلامی لوازمات) پاکر یقیناً تازہ دم بھی ہوجائیں گی۔اس موضوع پر ایک محترم قومی لیڈر کا یہ نکتہ جب سامنے آیا کہ مسلمانوں پر ظلم وبربریت کا سلسلہ جاری رکھنے والی فوج کو تازہ خوراک اور رسد پہنچانا بھی کیوں کر جائز ہے؟ تو ذہن اس سوال یا رائے کی اہمیت پر ٹھٹک گیا۔جب ایک صاحب درد لیڈر کے ذہن میں یہ بات آئی ہے تو یہ کیسے ممکن ہے کہ دوسرے لیڈر حضرات کی رسائی یہاں تک نہ ہو؟ اور اس پر ان کی خاموشی چہ معنی دارد؟ خصوصاً دین کے عنوان پر جو علماء حضرات میدانِ سیاست میں سرگرم عمل ہیں ان پر تو دوہری ذمہ داری بایں معنی ہے کہ ایک قومی ذمہ داری اور دوسری دینی ذمہ داری۔ قرآنِ حکیم اور اسلامی تعلیمات تو مسلمان حکومت کو مظلوم مسلمانوں کی مدد پر آمادہ بلکہ انگیخت دیتی ہیں اور علمائے کرام اپنے اپنے سیاسی اتحاد کی پاسداری یا اتحادیوں کی پاسداری کرتے ہوئے نیٹو کو خوراک سپلائی کرنے کی مخالفت نہ کریں یا خاموش ہی رہیں تو کیا ہماری قومی اور ملی غیرت اس کی اجازت دیتی ہے؟ اگر سیاسی مفادات کو نظر انداز بھی کردیں تو کیا مسلمانوں پر ظلم کرنے والوں کو تازہ دم کرنے کی شریعت نے اجازت دی ہے؟ منبر ومحراب سے تو ہمیں مسلمانوں کے ایک جسم ہونے کی نوائیں اور صدائیں سنائی جاتی ہیں لیکن اس موقعے پر علمائے دین اور مفتیانِ شرع متین کیا فتویٰ صادر کرتے ہیں؟ شمالی علاقہ جات کے ہزاروں مسلمانوں کے خون سے کیا ظالموں کے خونی جبڑے ابھی سیر نہیں ہوئے؟ پاکستان کے سیاستدانوں کا رونا تو تھا ہی اب علمائے کرام اور مفتیانِ عظام بھی کفار کی اس خوں آشامی میں شریک ہونے لگے ہیں؟

والتنظر نفس ما قدمت لغد۔[حشر] سوچیے آپ روز قیامت کے لیے کیا بھیج رہے ہیں؟

محترم المقام علمائے کرام! موجودہ مفادات کی، قبیح وکریہہ سیاست، واعظان منبر ومحراب اور وارثان مسند رسول ﷺ کا مقام نہیں اصلاح احوال سے پہلے اصلاح امت اور اس سے پہلے اصلاحِ ذات، کہ العلماء ورثة الانبیاء کا جو مقام ہمیں سمجھ آیا وہ یہ ہے کہ اس مصلح کی دعوتی کوششیں نتیجہ خیز ہوتی ہیں جو کہہ سکے کہ فقد لبثت فیکم عمرا من قبلہ یعنی اپنا عمل وکردار پیش کرسکے لیکن۔

وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

موجودہ سیاست تو مفادات ہی کا نام ہے اس میں اگر کوئی سیاستدان جائز کا خیال رکھے تو وہ قابل ستائش ہے لیکن اس جھنجھٹ میں کون پڑتا ہے۔

دفاعِ پاکستان کونسل اس وقت ایسے پوائنٹ پر کھڑی ہے جسے ہم اعراف ...... جنت ودوزخ کی درمیانی دیوار...... کہہ سکتے ہیں۔اس کونسل نے وطن عزیز کے مختلف شہروں میں جاجا کر مسلمانوں کے......شرعی...... جذبات کو جس طرح جگایا، گرمایا، بڑھکایا اور شعلہ بنایا اور ان کانفرنسوں میں عوام بلکہ پاکستانی مسلمانوں سے جو وعدے کیے اور ان کو جو امیدیں دلائی گئیں وہ عوام کو بھی یاد ہیں، کونسل کے قائدین کو بھی یاد ہوں گی عوام ان کو بھول سکتے ہیں، قائدین کو یاد رکھنے کے لیے اس سے بڑے ہموم وافکار ہیں لیکن ہمارا قائدین کو صرف یہ توجہ دلانا مقصود ہے کہ وہ سوچیں کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ''ہر کہی بات ایسی جگہ درج کردی جاتی ہے جہاں سے وہ مٹ نہیں سکتی'' اللہ تعالیٰ کے حضور جاکر، کراماً کاتبین کا لکھا پڑھ کر، آپ کا موقف کیا ہوگا؟

درس قرآن

قسط نمبر ۱۹

تفسیر سورۂ یٰس

مولانا ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ

﴿قَالُوۡۤا اِنَّا تَطَیَّرۡنَا بِکُمۡ لَئِنۡ لَّمۡ تَنۡتَہُوۡا لَنَرۡجُمَنَّکُمۡ وَ لَیَمَسَّنَّکُمۡ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِیۡمٌ ○ قَالُوۡا طَآئِرُکُمۡ مَّعَکُمۡ اَئِنۡ ذُکِّرۡتُمۡ بَلۡ اَنۡتُمۡ قَوۡمٌ مُّسۡرِفُوۡنَ ○﴾ [یٰس: ۱۸، ۱۹]

''انھوں نے کہا: بے شک ہم نے تمھیں منحوس پایا ہے، یقیناً اگر تم باز نہ آئے تو ہم ضرور ہی تمھیں سنگسار کر دیں گے اور تمھیں ہماری طرف سے ضرور ہی دردناک عذاب پہنچے گا۔ انھوں نے کہا: تمھاری نحوست تمھارے ساتھ ہے۔ کیا اگر تمھیں نصیحت کی جائے، بلکہ تم حد سے بڑھنے والے لوگ ہو۔''

﴿قَالُوۡۤا اِنَّا تَطَیَّرۡنَا بِکُمۡ﴾ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے انبیاء کی وضاحت اور ان منکرین کے رویے سے براءت پر کفار کا یہ ردّ عمل ذکر کیا ہے۔ ''تطیر'' کے اصل معنی تو کسی پرندے سے شگون لینے کے ہیں، پھر اس کا استعمال ہر اُس چیز پر ہونے لگا جس سے برا شگون لیا جائے اور اُسے منحوس سمجھا جائے، چنانچہ کفار نے انبیاء کرام کی دعوت کے خلاف اپنے ردّ عمل کا اظہار یوں کیا کہ (معاذ اللہ) تمھاری نحوست سے ہمارے معبود ناراض ہیں اور جو آفات ہم پر آ رہی ہیں وہ تمھاری بدولت ہیں۔ تمھارے چہروں سے ہمیں کوئی خیر نظر نہیں آتی۔ تم جیسے جہاں گئے وہاں عذاب ہی آیا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلے میں فرعون اور اس کے حواریوں نے بھی یہی ردّ عمل ظاہر کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿فَاِذَا جَآءَتۡہُمُ الۡحَسَنَۃُ قَالُوۡا لَنَا ہٰذِہٖ ۚ وَ اِنۡ تُصِبۡہُمۡ سَیِّئَۃٌ یَّطَّیَّرُوۡا بِمُوۡسٰی وَ مَنۡ مَّعَہٗ ؕ اَلَاۤ اِنَّمَا طٰٓئِرُہُمۡ عِنۡدَ اللّٰہِ وَ لٰکِنَّ اَکۡثَرَہُمۡ لَا یَعۡلَمُوۡنَ ○﴾ [الأعراف: ۱۳۱]

''جب ان پر خوش حالی آتی تو کہتے: یہ تو ہمارے ہی لیے ہے، اور اگر انھیں کوئی تکلیف پہنچتی تو موسیٰ اور جو اس کے ساتھ ہوتے ان سے نحوست پکڑتے۔ سن لو! ان کی نحوست تو اللہ ہی کے پاس ہے اور لیکن ان کے اکثر نہیں جانتے۔''

حضرت صالح علیہ السلام سے بھی قوم ثمود نے یہی کہا تھا:

﴿قَالُوا اطَّیَّرۡنَا بِکَ وَ بِمَنۡ مَّعَکَ ؕ قَالَ طٰٓئِرُکُمۡ عِنۡدَ اللّٰہِ بَلۡ اَنۡتُمۡ قَوۡمٌ تُفۡتَنُوۡنَ ○﴾ [النمل: ۴۷]

''انھوں نے کہا: ہم نے تیرے ساتھ اور ان لوگوں کے ساتھ جو تیرے ہمراہ ہیں، بدشگونی پکڑی ہے۔ کہا: تمھاری بدشگونی اللہ کے پاس ہے بلکہ تم ایسے لوگ ہو جو آزمائے جا رہے ہو۔''

منافقین کے بارے میں بھی اللہ تعالیٰ نے یہی بات ذکر کی ہے:

﴿وَ اِنۡ تُصِبۡہُمۡ حَسَنَۃٌ یَّقُوۡلُوۡا ہٰذِہٖ مِنۡ عِنۡدِ اللّٰہِ ۚ وَ اِنۡ تُصِبۡہُمۡ سَیِّئَۃٌ یَّقُوۡلُوۡا ہٰذِہٖ مِنۡ عِنۡدِکَ ؕ قُلۡ کُلٌّ مِّنۡ عِنۡدِ اللّٰہِ ؕ فَمَالِ ہٰۤؤُلَآءِ الۡقَوۡمِ لَا یَکَادُوۡنَ یَفۡقَہُوۡنَ حَدِیۡثًا ○﴾ [النساء: ۷۸]

''اور اگر انھیں کوئی بھلائی پہنچتی ہے تو کہتے ہیں: یہ اللہ کی طرف سے ہے، اور اگر انھیں کوئی بُرائی پہنچتی ہے تو کہتے ہیں: یہ تیری طرف سے ہے۔ کہہ دے: سب اللہ کی طرف سے ہے، پھر ان لوگوں کو کیا ہے کہ قریب نہیں ہیں کہ کوئی بات سمجھیں۔''

منافقین ظاہراً اسلام میں داخل ہوئے تھے مگر بباطن ان کی ہمدردیاں یہود کے ساتھ تھیں۔ کوئی مصیبت ان پر آ جاتی، پھلوں میں

یا کھیتی میں نقصان ہو جاتا تو کہتے: یہ سب محمد ﷺ کی اتباع کرنے اور اپنا دین چھوڑنے کا نتیجہ ہے۔ (معاذ اللہ)

﴿لَنَرْجُمَنَّكُمْ وَلَيَمَسَّنَّكُمْ﴾ ہم تمھیں پتھروں سے سنگسار کر دیں گے۔ ایک دو پتھر نہیں بلکہ اتنے پتھر برسائیں گے کہ تمھیں تکلیف دہ موت آ گھیرے گی۔ ﴿عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾ سے مراد یہی موت ہے۔

امام مجاہد نے کہا ہے کہ ﴿لَنَرْجُمَنَّكُمْ﴾ سے مراد زبان سے سب وشتم اور زبان کے تیر برسانا ہے۔ بات یہاں تک نہیں رہے گی ﴿وَلَيَمَسَّنَّكُمْ﴾ تمھاری اِیذا رسانی کے لیے کوئی کمی نہیں رہنے دیں گے حتی کہ حرب وضرب کے ذریعے تکلیف دہ عذاب میں مبتلا کر دیں گے۔ (رازی)

﴿قَالُوْا طَآئِرُكُمْ﴾ انبیائے کرام علیہم السلام نے ان کے جواب میں فرمایا: بدشگونی تمھاری تمھارے ساتھ ہے، اپنی بدبختی کا سبب دوسروں کو کیوں قرار دیتے ہو، یہ سب تمھارا کیا دھرا ہے۔ اپنے گریباں میں منہ ڈالو اور اپنے عقائد واعمال کا محاسبہ کرو، یہی دراصل تمھاری نحوست کا باعث ہیں۔ توحید کی بجائے شرک کو تم نے قبول کیا، حق کا تم نے انکار کیا، اس لیے یہ بے برکتی تمھارے اپنے غلط عقائد واعمال کا نتیجہ ہے۔

بدشگونی کی حرمت:

جیسا کہ اوپر ذکر ہوا ہے کہ "تطیر" کے اصل معنی پرندے سے شگون لینے کے ہیں۔ زمانہ جاہلیت میں عموماً پرندوں سے بدشگونی لیتے تھے۔ جب سفر پر جاتے یا کوئی کام کرنا ہوتا تو پرندہ اڑاتے تھے، اگر وہ دائیں جانب اڑ جاتا تو اسے بابرکت سمجھتے اور اگر بائیں جانب اڑ جاتا تو منحوس سمجھ کر سفر نہ کرتے۔ سیاہ بلی آگے سے گزر جائے تب بھی اسے منحوس سمجھتے۔ صفر کے مہینے کو بھی منحوس سمجھتے تھے۔ اُلّو کی آواز کو منحوس جانتے تھے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لا عدوى ولا طيرة ولا هامة ولا صفر .))

(بخاري، رقم الحديث: ٥٧٥٧، مسلم، رقم الحديث: ٥٧٨٩)

''نہ کسی کو دوسرے کی بیماری لگتی ہے، نہ بدشگونی کوئی چیز ہے، نہ ہی اُلّو کے بولنے میں کوئی تاثیر ہے اور نہ صفر کی کوئی حقیقت ہے۔''

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: "الطيرة شرك" ''بدفالی شرک ہے۔'' (أبو داود، رقم الحديث: ٣٩١٠)

حضرت عبداللہ بن عمرو سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((من ردّه الطيرة من حاجة فقد أشرك .))

فقالوا: فما كفارة ذلك؟ قال: ((أن تقول: اللهم لا خير إلا خيرك، ولا طير إلا طيرك ولا إله غيرك .)) (مسند أحمد: ٢/ ٢٢٠)

''جس شخص کو بدشگونی نے کسی کام سے روک دیا تو اس نے شرک کیا۔'' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اس کا کفارہ کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''یوں کہو: اے اللہ! تیری بھلائی کے علاوہ کوئی بھلائی نہیں، اور یہ پرندہ بھی تیرا پرندہ ہے اور تیرے علاوہ کوئی معبود نہیں۔''

بدشگونی کی بجائے اچھی چیز یا اچھے نام سے اچھے تفاول کی اجازت ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب کسی مشن پر روانہ ہوتے تو "یا نجیح!" (اے کامیاب!)، "یا راشد!" (اے ہدایت یافتہ!) قسم کے الفاظ سننا پسند کرتے تھے۔

(ترمذي، رقم الحديث: ١٦١٦)

صلح حدیبیہ کے موقع پر کفار کا نمائندہ سہیل بن عمرو آیا تو آپ نے فرمایا: اللہ آسان معاملہ فرمائے گا۔ (الرحیق المختوم: ۵۵۵)

اس قسم کے فال میں شرک کا کوئی عنصر نہیں ہے بلکہ یہ پسندیدگی فطرت انسانی کا ایسا اقتضا ہے جس کی طرف انسانی فطرت کا میلان ہوتا ہے جیسے اچھے نام کو سن کر انسان خوش ہوتا ہے۔ پھر تفاول میں تو

(باقی صفحہ نمبر ۲۸ پر)

درسِ حدیث

توفيق الباری

"الادب المفرد" للبخاری کا اردو ترجمہ مع تشریحات وفوائد

از حضرت نواب سید صدیق حسن خان صاحب رحمہ اللہ
تسہیل: حافظ محمد اشرف سعيد (نیو کرول شالامار باغ۔لاہور)

باب: هل يقدم الرجل رجله بين يدي أصحابه، وهل يتكىء بين أيديهم؟

اپنے ساتھوں کے سامنے پاؤں پھیلانا اور تکیہ لگانا

١٢٣٣ . عن شهاب بن عباد العصري، أن بعض وفد عبد القيس سمعه يذكر قال: لما بدا لنا في وفادتنا إلى النبي ﷺ سرنا حتى إذا شارفنا القدوم تلقانا رجل يوضع على قعود له فسلم فرددنا عليه ثم وقف فقال: ممن القوم؟ قلنا: وفد عبد القيس، قال: مرحبا بكم وأهلا، إياكم طلبت جئت لأبشركم، قال النبي ﷺ بالأمس لنا إنه نظر إلى المشرق، فقال: ((لتأتين غدا من هذا الوجه ـ يعني المشرق ـ خير وفد العرب)) فبت أروغ حتى أصبحت، فشددت على راحلتي فأمعنت في المسير حتى ارتفع النهار، وهممت الرجوع، ثم رفعت رؤوس رواحلكم، ثم ثنى راحلته بزمامها راجعا يوضع عوده على بدئه حتى انتهى إلى النبي ﷺ ـ وأصحابه حوله من المهاجرين والأنصار ـ فقال: بأبي وأمي، جئت أبشرك بوفد عبد القيس، فقال: ((أنى لك بهم يا عمر؟)) قال: هم أولاء على أثري قد أطلوا، فذكر ذلك فقال: ((بشرك الله بخير)) وتهيأ القوم في مقاعدهم، وكان النبي ﷺ قاعدا فألقى ذيل ردائه تحت يده فاتكأ عليه، وبسط رجليه فقدم الوفد ففرح بهم المهاجرون والأنصار، فلما رأوا النبي ﷺ وأصحابه أمرحوا ركابهم فرحا بهم، وأقبلوا سراعا فأوسع القوم والنبي ﷺ متكىء على حاله، فتخلف الأشج ـ وهو منذر بن عائذ بن منذر بن الحارث بن النعمان بن زياد بن عصر ـ فجمع ركابهم ثم أناخها وحط أحمالها وجمع متاعها، ثم أخرج عيبة له وألقى عنه ثياب السفر ولبس حلة، ثم أقبل يمشي مترسلا فقال النبي ﷺ: ((من سيدكم وزعيمكم وصاحب أمركم؟)) فأشاروا بأجمعهم إليه وقال: ((ابن سادتكم هذا؟)) قالوا: كان آباؤه سادتنا في الجاهلية وهو قائدنا إلى الإسلام، فلما انتهى الأشج أراد أن يقعد من ناحية، استوى النبي ﷺ قاعدا قال: ((ههنا يا أشج!)) وكان أول يوم سمي الأشج ذلك اليوم أصابته حمارة بحافرها وهو فطيم، فكان في وجهه مثل القمر، فأقعده إلى جنبه وألطفه، وعرف فضله عليهم، فأقبل القوم على النبي ﷺ يسألونه ويخبرهم

حتى كان بعقب الحديث قال: ((هل معكم من أزودتكم؟)) قالوا: نعم، فقاموا سراعا كل رجل منهم إلى ثقله فجاؤوا بصبر التمر في أكفهم، فوضعت على نطع بين يديه، وبين يديه جريدة دون الذراعين وفوق الذراع، فكان يختصر بها قلما يفارقها، فأومأ بها إلى صبرة من ذلك التمر فقال: ((تسمون هذا التعضوض؟)) قالوا: نعم، قال: ((وتسمون هذا الصرفان؟)) قالوا: نعم، قال: ((وتسمون هذا البرني؟)) قالوا: نعم، قال: ((هو خير تمركم وأينعه لكم)) وقال بعض شيوخ الحي: وأعظمه بركة، وإنما كانت عندنا خصبة نعلفها إبلنا وحميرنا فلما رجعنا من وفادتنا تلك عظمت رغبتنا فيها وفسلناها حتى تحولت ثمارنا منها ورأينا البركة فيها.

شہاب بن عباد عصری سے روایت ہے کہ میں نے وفد عبدالقیس کے بعض لوگوں کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا جب ہم نے وفد کی شکل میں رسول اللہ ﷺ کی طرف سفر شروع کیا یہاں تک کہ جب ہم پہنچنے کے قریب ہوئے تو ایک آدمی اونٹنی پر سوار تیز رفتاری سے چلتا آ رہا تھا۔ اس نے ہم کو سلام کیا، ہم نے اس کے سلام کا جواب دیا، پھر کھڑے ہو کر کہا: تم کون لوگ ہو؟ ہم نے کہا: ہم وفد عبدالقیس ہیں۔ اس نے ہمیں خوش آمدید کہا اور کہنے لگا: میں تمھاری ہی تلاش میں تھا۔ میں تمھیں خوشخبری دینے کے لیے آیا ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے کل مشرق کی طرف دیکھ کر فرمایا تھا کہ کل اس طرف مشرق سے بہترین وفدِ عرب ضرور آئے گا۔ میں نے رات کروٹیں بدلتے ہوئے گزاری یہاں تک کہ جب صبح ہوئی تو میں نے اپنی سواری کو تیز دوڑایا یہاں تک کہ دن چڑھ گیا اور میں نے دیر ہونے کی وجہ سے مایوس ہو کر واپس جانے کا ارادہ کر لیا، پھر تمھاری سواریوں کے سر دُور سے دکھائی دیے، میں تمھاری طرف آ گیا۔ پھر اس کے بعد وہ اپنی سواری کو تیز رفتاری سے چلاتا ہوا واپس چلا گیا جہاں سے اس نے سفر کی ابتدا کی تھی۔ جلدی سے اسی راستے پر لوٹ گیا یہاں تک کہ نبی اکرم ﷺ کے پاس پہنچ گیا۔ مہاجرین وانصار صحابہ آپ کے اردگرد بیٹھے تھے۔ اس نے جا کر عرض کیا: میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، میں آپ ﷺ کو وفد عبدالقیس کے آنے کی بشارت دیتا ہوں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اے عمر! وہ تمھیں کہاں ملے تھے؟'' انھوں نے عرض کی وہ لوگ میرے پیچھے پیچھے آ رہے ہیں، اب وہ آ ہی گئے ہیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''تجھے بھی خوش خبری ہو۔'' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنی اپنی جگہ پر بیٹھ گئے اور رسول اللہ ﷺ بھی تشریف فرما تھے۔ آپ نے چادر کا دامن اپنے ہاتھ کے نیچے کر لیا اور اس پر تکیہ لگا لیا اور پاؤں پھیلا دیے۔ اتنے میں وفد آ پہنچا تو مہاجرین وانصار وفد کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ جب اہل وفد نے رسول اللہ ﷺ کو اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو دیکھا تو بہت خوش ہو گئے۔ سواریوں سے اترے، سواریوں کو اس طرح چھوڑ دیا جیسے جنگل میں چرنے کے لیے چھوڑی جاتی ہیں۔ نہ سواریوں کو باندھا نہ ٹھکانے پر بٹھایا۔ جلدی جلدی آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے لگے۔ صحابہ نے ان کے لیے جگہ کھلی چھوڑ دی اور پیچھے ہٹ گئے۔ رسول اللہ ﷺ بدستور اسی حالت پر ٹیک لگائے بیٹھے رہے۔ اشج پیچھے تھے ان کا اصل نام منذر بن عائذ بن منذر بن حارث بن زیاد بن عصر تھا۔ اشج نے سواریوں کو جمع کیا، ان کے کجاوے اتارے اور ان کے سامان کو جمع کیا، پھر سواریوں کو بٹھایا۔ پھر اپنے سامان سے ایک تھیلا نکالا اس سے اپنی قیمتی

پوشاک پہنی اور سفر کے کپڑے اس میں رکھے۔ پھر آہستہ آہستہ بارگاہِ نبوت میں حاضر ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ نے وفد کے لوگوں سے فرمایا: ''تمھارا سردار اور صاحب اختیار کون ہے؟'' سب لوگوں نے اشج کی طرف اشارہ کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ تمھارے سرداروں کا بیٹا ہے؟'' انھوں نے کہا: دور جاہلیت میں ان کے آباء واجداد ہمارے سردار رہے ہیں اور یہ ہمیں اسلام کی طرف لانے والا ہے۔ اتنے میں اشج آ گئے اور ایک طرف ہو کر بیٹھنے کا ارادہ کیا تو رسول اللہ ﷺ سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور فرمایا: ''اشج! ادھر آ جاؤ۔'' یہی وہ پہلا دن تھا جب اسے کہا جانے لگا وجہ اس کی یہ تھی بچپن میں ایک گدھی نے ان کے چہرے پر دولتی ماری تھی۔ چہرے پر دولتی کا نشان چاند کی طرح چمک رہا تھا۔ آپ ﷺ نے اسے اپنے پہلو میں بٹھا لیا اور نہایت شفقت فرمائی اور جان لیا کہ یہ وفد والوں پر کتنی فضیلت رکھتے ہیں۔ سب لوگ آپ کی طرف متوجہ ہوئے اور آپ ﷺ سے سوالات کرتے رہے۔ آپ ﷺ ان کے سوالات کا جواب دیتے رہے یہاں تک کہ آخر میں آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیا تمھارے پاس کھانے کی چیزوں میں کچھ ہے؟'' انھوں نے عرض کیا: ہاں، موجود ہے۔ ان میں سے ہر آدمی جلدی سے اپنے سامان کی طرف گیا۔ ان لوگوں نے اپنے ہاتھوں سے چیزیں لا کر آپ کے سامنے ڈھیر لگا دیا۔ ان سب چیزوں کو آپ ﷺ کے سامنے چمڑے کے دستر خوان پر رکھ دیا۔ آپ ﷺ کے ہاتھ میں کھجور کی ایک ٹہنی تھی جو ایک ہاتھ سے لمبی اور دو ہاتھ سے کم تھی جو آپ ﷺ نے سہارا لینے کے لیے پاس رکھی تھی۔ آپ ﷺ نے اس چھڑی کے ساتھ کھجوروں کے ایک ڈھیر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: ''تم کھجور کی اس قسم کو ''تعضوض'' کہتے ہو؟'' انھوں نے عرض کیا: جی ہاں، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس کھجور کو تم ''صرفان'' کہتے ہو؟'' انھوں نے عرض کیا: جی ہاں، اور ''تم اس کھجور کو ''برنی'' کہتے ہو؟'' انھوں نے کہا: جی ہاں، آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ تمھاری بہترین کھجوریں ہیں جب پک کر تیار ہوتی ہیں۔'' قبیلہ عبدالقیس کے بعض بوڑھے لوگوں نے کہا: یہ کھجوریں دوسری قسموں سے بہت بابرکت ہیں۔ حالانکہ یہ کھجوریں ہمارے نزدیک اس سے پہلے سستی شمار ہوتی تھیں جسے ہم اونٹوں اور گدھوں کو کھلایا کرتے تھے۔ چنانچہ جب ہمارا وفد واپس ہوا تو ''برنی'' کھجوروں کی طرف ہماری دلچسپی بڑھ گئی ہم نے اس کے درخت لگائے اور پھر ہم نے دیکھا کہ تقریباً ویسے ہی پھل لگے تھے۔ چنانچہ ہم نے اس میں برکت کو دیکھ لیا۔

باب: ما يقول إذا أصبح؟
صبح اٹھے تو کیا کہے؟

١٢٣٤ . عن أبي هريرة قال: كان النبي ﷺ إذا أصبح قال: ((اللهم بك أصبحنا وبك أمسينا ، وبك نحيا وبك نموت وإليك النشور)) وإذا أمسى قال: ((اللهم بك أمسينا وبك أصبحنا وبك نحيا ، وبك نموت وإليك المصير))

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ صبح اٹھتے تو یہ دعا پڑھتے: ''اے اللہ! تیرے ہی حکم سے ہماری صبح ہوئی، تیرے ہی حکم سے شام ہوئی، تیرے ہی حکم سے ہماری زندگی اور ہماری موت ہے اور تیرے ہی پاس لوٹ کر جانا ہے۔'' اور جب شام ہوتی تو کہتے: ''اے اللہ! تیرے ہی حکم سے شام ہوئی، تیرے ہی حکم سے صبح ہوئی، تیرے ہی حکم سے ہماری زندگی ہے اور ہماری موت ہے اور تیری طرف لوٹ کر جانا ہے۔''

علوم ومعارف

قسط نمبر ۴ آخری

قرآن وسنت کا باہمی تعلق

پروفیسر ڈاکٹر حافظ محمد شریف شاکر، فیصل آباد

شیخ عزالدین بن عبدالسلام کے ہاں کتاب وسنت کا باہمی تعلق:

"ومن العجب العجيب أن الفقهاء المقلدين يقف أحدهم على ضعف مأخذ إمامه بحيث لا يجد لضعفه مدفعا وهو مع ذلك يقلده فيه ويترك من شهد الكتاب والسنة والاقيسة الصحيحة لمذهبهم جمودا على تقليد إمامه بل يتخيل لدفع ظاهر الكتاب والسنة ويتأولها بالتأويلات البعيدة الباطلة نضا لا عن مقلده." (حجة الله البالغة: ۱/ ۱۵۵)

"یہ بات تعجب انگیز ہے کہ ہر مقلد فقیہ اپنے امام کے کمزور ماخذ پر اس طرح ٹھہرا ہوا ہے کہ وہ اس کے کمزور موقف کا دفاع نہیں کرسکتا، اس کے باوجود وہ اس کی تقلید کرتا ہے۔ اور جن کے مذہب کے شاہد قرآن، سنت اور صحیح قیاس ہیں ان کو وہ اپنے امام کی تقلید پر جامد رہتے ہوئے چھوڑ دیتا ہے، بلکہ وہ کتاب وسنت کے ظاہر کو دفع کرنے کا سوچتا ہے اور اپنے امام کے دفاع کے لیے قرآن وسنت کی باطل اور بعید تاویلیں کرتا ہے۔"

ابوشامہ کے ہاں کتاب وسنت کا باہمی تعلق:

شاہ ولی اللہ ابوشامہ کا یہ قول نقل کرتے ہیں:

"ينبغي لمن اشتغل بالفقه أن لا يقتصر على مذهب إمام ويعتقد في كل مسئلة صحة ما كان أقرب إلى دلالة الكتاب والسنة المحكمة." (حجة الله البالغة، ص: ۱/ ۱۵۵)

"جو شخص فقہ میں مشغول ہونا چاہتا ہے اسے کسی خاص امام کے مذہب پر اقتصار نہیں کرنا چاہیے، (بلکہ) اسے ہر مسئلے میں اس چیز کی صحت کا معتقد ہونا چاہیے جو کتاب اللہ اور سنت صحیحہ کے قریب تر ہو۔"

امام قرطبی کے ہاں کتاب وسنت کا باہمی تعلق:

علامہ قرطبی ﴿فَاِنۡ تَنَازَعۡتُمۡ فِیۡ شَیۡءٍ فَرُدُّوۡهُ اِلَی اللّٰهِ وَ الرَّسُوۡلِ﴾ [النساء: ۵۹] کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"فأمر الله تعالىٰ برد المتنازع فيه إلى كتاب الله وسنة نبيه ﷺ، وليس لغير العلماء معرفة كيفية الرد إلى الكتاب والسنة." (الجامع لأحكام القرآن: ۵/ ۱۶۸، ۱۶۹)

"اللہ تعالیٰ نے متنازع فیہ مسئلے کو اللہ کی کتاب اور اس کے نبی ﷺ کی سنت کی طرف لوٹانے کا حکم دیا، اور کتاب و سنت کی طرف لوٹانے کی کیفیت کی معرفت علماء کے سوا کسی کو حاصل نہیں ہے۔"

﴿فردوه الى الله والرسول﴾ کی تفسیر کرتے ہوئے علامہ قرطبی لکھتے ہیں:

"أي ردوا ذلك إلى كتاب الله وإلى رسوله بالسؤال في حياته أو بالنظر في سنته بعد وفاته ﷺ؛ هذا قول مجاهد والأعمش وقتادة، وهو الصحيح."

(نفس المرجع: ۵/ ۱۶۹)

"یعنی یہ (مسئلہ) کتاب اللہ کی طرف لوٹادو اور اس کے

رسول کی طرف آپ ﷺ کی زندگی میں سوال کر کے یا آپ ﷺ کی وفات کے بعد آپ ﷺ کی سنت میں غور فکر کر کے۔ یہ مجاہد، اعمش اور قتادہ کا قول ہے، اور یہی صحیح ہے۔''

اسی آیت کے ایک اور جزء ﴿ذلك خير﴾ کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"أي ردكم مااختلفتم فيه إلى الكتاب والسنة خير من التنازع." (نفس المرجع: ۵/ ۱۷٦)

''یعنی تمھارا اپنے اختلافی مسئلہ کو کتاب اللہ اور سنت رسول کی طرف لوٹانا تنازع سے بہتر ہے۔''

علامہ قرطبی ایک جگہ لکھتے ہیں:

"وفي طاعة الله طاعةُ رسوله ولكنه ذكره تشريفا لقدره." (نفس المرجع: ۵/ ۱۷٦)

''اللہ کی اطاعت میں اس کے رسول کی طاعت داخل ہے، لیکن اللہ نے آپ ﷺ کی قدر و منزلت کو شرف بخشنے کے لیے اس کا ذکر کیا ہے۔''

علامہ قرطبی اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"أعلم الله تعالى أن طاعة رسوله ﷺ طاعة له." (نفس المرجع: ۵/ ۱۸۵)

''اللہ تعالیٰ نے معلوم کرایا ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ کی اطاعت اللہ ہی کی اطاعت ہے۔''

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے ہاں کتاب وسنت کا باہمی تعلق:

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ بلاشبہ اللہ کی اطاعت واجب ہے اور رسول اللہ کی اطاعت بھی واجب ہے۔ اور اللہ کی معصیت اور رسول اللہ کی معصیت میں سے ہر ایک مذمت کا باعث ہے اور دونوں آپس میں لازم و ملزوم ہیں کیونکہ جس نے رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کی اس نے بلاشبہ اللہ کی اطاعت کی اور جس کسی نے اللہ کی نافرمانی کی اس نے یقیناً رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی کی کیونکہ رسول اللہ اسی چیز کا حکم دیں گے جس کا اللہ نے حکم دیا۔

(مجموع فتاویٰ شیخ الاسلام: ۱۹/ ۱۷۹، ۱۸۰)

اِجماع اور قرآن وسنت کے باہمی تعلق کا ذکر کرتے ہوئے شیخ الاسلام لکھتے ہیں کہ اسی طرح اِجماع ایک دلیل ہے جیسے کہا جاتا ہے: راہنمائی کی اس کی کتاب اللہ، سنت رسول اور اجماع امت نے۔ اور ان اصول ثلاثہ میں سے ہر کوئی ایک دوسرے کے ساتھ لازم ہونے کے ساتھ ساتھ حق کی راہنمائی کرتا ہے۔ کیونکہ جس کی راہنمائی اِجماع نے کی ہے بلاشبہ اس کی راہنمائی کتاب وسنت نے کی ہے اور جس کی راہنمائی قرآن نے کی ہے وہ رسول اللہ سے اخذ کیا گیا ہے، کتاب وسنت دونوں آپ ﷺ سے حاصل کیے گئے ہیں، جو بھی ایسا مسئلہ پایا جاتا ہے جس پر اِجماع متفق ہے اس میں کوئی نص ضرور موجود ہے۔ (نفس المرجع، ص: ۱۹۵)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے مندرجہ ذیل سطور میں کتاب و سنت کے باہمی تعلق کا خوب رنگ بھرا ہے، آپ لکھتے ہیں کہ اللہ کا دین یہ ہے کہ ہر شخص کو اور انواعِ عالم میں سے ہر نوع کو وہی حقوق دیے جائیں جو حقوق انھیں رسول اللہ ﷺ نے دیے ہیں، مقرب وہی ہو جسے رسول اللہ ﷺ نے مقرب بنایا اور جسے آپ ﷺ نے دور رکھا اسے دور رکھا جائے، جسے آپ ﷺ نے وسط میں رکھا اسے وسط میں رکھا جائے۔ ان امور میں سے، ان کی وہی ذات و صفات محبوب رکھی جائیں جنھیں اللہ اور اس کے رسول نے محبوب رکھا۔ اور ان میں سے جسے اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے مکروہ خیال کیا اسے مکروہ خیال کیا جائے، نہ کہ خود مکروہ و محبوب جان کر۔ اور جسے اللہ اور اس کے رسول نے ترک کیا ہے اسے ترک کیا جائے، نہ کہ خود مکروہ و محبوب جان کر۔ اور ان میں سے جن چیزوں کا اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے حکم دیا ہے ان کا حکم دیا جائے، اور جن سے اللہ اور رسول نے منع کیا ان سے منع کیا جائے، اور ان میں سے جنھیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے مباح قرار دیا انھیں مباح سمجھا جائے، اور جس سے اللہ اور اس کے رسول نے درگزر کیا ان سے درگزر کیا

جائے۔ اوران میں سے جسے اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے فضیلت دی اسے فضیلت دی جائے۔ اور جسے اللہ اور اس کے رسول نے مقدم کیا، اسے مقدم کیا جائے، اوران میں جسے اللہ اوراس کے رسول نے مؤخر کیا اسے مؤخر کیا جائے۔ اور ان میں سے جس میں تنازع ہو اُسے اللہ اوراس کے رسول کی طرف لوٹایا جائے، پھر جو اُس میں سے واضح ہو اُس کی پیروی کی جائے اور جو مشتبہ ہو اُس میں غور وفکر کیا جائے۔ (نفس المرجع: ٤/ ٣٤٣، ٣٤٤)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ ایک جگہ اور لکھتے ہیں کہ جو شخص کتاب اللہ، سنت رسول ﷺ اور اِجماعِ امت کا قائل ہو وہ اہل السنۃ والجماعۃ میں سے ہے۔ (نفس المرجع: ٣/ ٣٤٦)

شیخ الاسلام فرقہ ناجیہ کا ذکر کرتے ہوئے کتاب وسنت کا باہمی تعلق ذکر کرتے ہیں:

"وأما أهل الحديث والسنة والجماعة فقد اختصوا باتباعهم الكتاب والسنة الثابتة عن نبيهم ﷺ في الأصول والفروع وما كان عليه اصحاب رسول الله ﷺ بخلاف الخوارج والمعتزلة والروافض ومن وافقهم في بعض أقوالهم." (منهاج السنة النبوية في نقض كلام الشيعة والقدرية: ٢/ ١٠٣)

"لیکن اہلحدیث واہل السنۃ والجماعۃ میں یہ خصوصیت ہے کہ یہ اصول وفروع میں کتاب اللہ کی اور اپنے نبی سے ثابت ہونے والے طریقے کی اتباع کرتے ہیں۔ اور اس طریقے کی پیروی کرتے ہیں جس پر اصحابِ رسول گامزن رہے۔ بخلاف خارجیوں، رافضیوں، معتزلیوں کے اور بخلاف ان کے جو اپنے بعض اقوال میں ان (تین فرقوں) کی موافقت کرتے ہیں۔"

حافظ ابن قیم الجوزیہ رحمہ اللہ کے ہاں کتاب وسنت کا باہمی تعلق:

حافظ ابن قیم رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"ومعلوم أن الحلال ما في كتاب الله وسنة رسوله تحليله، والحرام ما في كتاب الله وسنة رسو له تحريمه."

(أعلام الموقعين: ١/ ٥٣)

"یہ بات معلوم ہے کہ حلال وہ ہے جسے اللہ کی کتاب اوراس کے رسول کی سنت میں حلال کیا گیا ہے اورحرام وہ ہے جسے اللہ کی کتاب اور اس کے رسول کی سنت میں حرام قرار دیا گیا ہے۔"

ابن قیم کے تقسیم قیاس سے متعلق مندرجہ ذیل اقتباس سے کتاب وسنت کے باہمی تعلق کا ثبوت فراہم ہوتا ہے، آپ لکھتے ہیں:

"القياس الذي أحسن أحواله أن يكون للأمة فيه قولان، أحدهما: أنه باطل مناف للدين، والثاني: أنه صحيح مؤخر عن الكتاب و السنة." (نفس المرجع: ٢/ ٣٢٨)

"قیاس کی شاندار حالت کے بارے میں امت کے دوقول ہیں: ایک یہ کہ قیاس باطل ہے اور دین کے منافی ہے، اور دوم یہ کہ قیاس صحیح اور درست ہے (لیکن) اس کا درجہ کتاب وسنت (حتی کہ اِجماعِ امت) کے بعد ہے۔"

کتاب وسنت کا باہمی تعلق ابن قیم کے اصول فقہ کے تذکرے سے بھی ثابت ہوتا ہے:

"الأصول: كتاب الله و سنة رسوله وإجماع أمته والقياس الصحيح الموافق للكتاب و السنة، فالحديث الصحيح أصل بنفسه. والأصول في الحقيقة اثنان لا ثالث لهما: كلام الله وكلام رسوله، وماعدا هما فمردود إليهما، فالسنة أصل قائم بنفسه والقياس فرع." (نفس المرجع: ص: 330)

"اصول ١۔ اللہ کی کتاب۔ ٢۔ اس کے رسول ﷺ کی

سنت۔۳۔امت رسول کا اجماع اور۴۔کتاب وسنت سے موافق صحیح قیاس (چار اصول) ہیں۔صحیح حدیث بذات خود ایک اصل ہے۔حقیقت میں اصول دو ہی ہیں، تیسرا کوئی نہیں:۱۔کلام اللہ۔۲۔اس کے رسول کا کلام۔ان دونوں کے سوا جو کچھ (اجماع وقیاس) ہے وہ ان دونوں کی طرف لوٹایا جاتا ہے۔سنت ایک مستقل اصل ہے اور قیاس فرع ہے۔''

حافظ ابن قیم رحمہ اللہ ایک جگہ لکھتے ہیں:

"ولو ترك الأخذ بقول غيره لم يكن عاصيا لله ورسوله." (زاد المعاد في هدي خير العباد: ۱/۳۸)

''اگر کوئی شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے غیر کے قول کو ترک کردے تو وہ اللہ اور اس کے رسول کا نافرمان نہیں ٹھہرے گا۔''

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ کے مندرجہ ذیل بیان سے بھی کتاب وسنت کا باہم تعلق ثابت ہوتا ہے۔آپ لکھتے ہیں کہ اللہ نے اپنی ذات سے فیصلہ کرانے اور اپنے رسول سے فیصلہ کرانے اور جس مسئلے میں اُمت تنازع کرے اسے اللہ کی طرف اور اس کے رسول کی طرف لوٹانے کا حکم دیا ہے۔اور اللہ نے خبر دی کہ حکم صرف اس اکیلے کا چلتا ہے۔اور اس نے اپنی ذات کے سوا اور اپنے رسول کے سوا کسی اور کو ولی دوست بنانے سے منع کیا ہے۔

(المرجع السابق: ۲/ ۲۶۹، ۲۷۰)

اگرچہ امت کے درمیان سے آپ کی مہربان شخصیت مفقود ہوگئی لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنن اور دعوت و ہدایت بدستور موجود ہے اور بحمداللہ علم و ایمان اپنی جگہ پر ہیں، جو ان دونوں کا متلاشی ہو وہ انھیں پالیتا ہے۔اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے جو ذکر اپنے رسول پر نازل کیا اس کی حفاظت کی اس نے ضمانت دی ہے۔وہ اللہ کی حفاظت کی وجہ سے ہمیشہ محفوظ اور اس کی حمایت کے سبب ہمیشہ حمایت یافتہ رہے گا تاکہ ہر ہر زمانے میں اللہ کی حجت اس کے بندوں پر قائم رہے، جبکہ ان کا نبی آخر الانبیاء ہے اور اس کے بعد کوئی اور نبی نہیں ہے، لہٰذا اللہ کے اپنے دین کی اور اپنے رسول پر نازل کیے ہوئے کی حفاظت خاتم رسل کے بعد کسی اور رسول کی آمد سے مستغنی کرنے والی ہے اور جو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے قرآن وسنت کے غیر کے سوا صرف قرآن وسنت سے علم و ہدایت کا سیکھنا صحابہ پر واجب وفرض کیا، وہی بعینہ صحابہ کے بعد آنے والوں پر واجب ہے۔(المرجع السابق: ۲/ ۲۷۰)

علامہ ابن ابی العز حنفی کے ہاں کتاب وسنت کا باہمی تعلق:

علامہ ابن ابی العز حنفی کتاب وسنت میں مطابقت کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ظالم بادشاہ شریعت پر ظالمانہ سیاست کے ساتھ اعتراض کرتے ہیں اور اس کا شریعت سے مقابلہ کرتے ہیں اور اس کو اللہ اور اس کے رسول کے حکم پر مقدم کرتے ہیں۔اور ''احبار سوء'' سے مراد وہ علماء ہیں جو اپنے ایسے قیاسات اور آراء کے سبب شریعت سے خارج ہوجاتے ہیں جو قیاسات وآراء اللہ اور اس کے رسول کے حرام کیے ہوئے کو حلال کرنے اور اس کے جائز کیے ہوئے کو حرام کرنے، اور اس کے لغو قرار دیے ہوئے کو معتبر سمجھنے اور اس کے معتبر سمجھے ہوئے کو لغو قرار دینے، اور اس کے مقید ٹھہرائے ہوئے کو مطلق کہنے اور اس کے مطلق ٹھہرائے ہوئے کو مقید قرار دینے اور اس جیسے مسائل پر مشتمل ہیں۔(شرح العقيدة الطحاوية، ص: ۲۰۴)

آپ مزید لکھتے ہیں کہ یہ بات محال ہے کہ اللہ کی کتاب اور اس کے رسول کے کلام سے تو شفا، ہدایت، علم اور یقین حاصل نہ ہو اور ان حیران و پریشان لوگوں کے کلام سے حاصل ہوجائے! ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا، بلکہ ضروری ہے کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودات کو ہی اصل ٹھہرایا جائے اور اس کا معنی ومفہوم سمجھا جائے اور اس کی عقلی، خبری اور سمعی دلیل کو پہچانا جائے۔(نفس المرجع، ص: ۲۰۶)

ابن ابی العز اہل حق کی پہچان میں کتاب وسنت کا یکساں تذکرہ کرتے ہیں:

"وأما أهل الحق والسنة والإيمان فيجعلون ماقاله الله ورسوله هوالحق الذي يجب اعتقاده واعتماده."

(نفس المرجع، ص: ۱۰۷، ۱۰۸)

''حق، سنت اور ایمان والے اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کے فرمودات کو ہی ایسا حق سمجھتے ہیں جس کا اعتقاد رکھنا اور اس پر اعتماد کرنا واجب ہے۔''

آپ مزید لکھتے ہیں:

"والواجب رد موارد النزاع إلى الله ورسوله." (نفس المرجع، ص: ۳۵۰)

یعنی نزاعی معاملات کا اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف لوٹانا واجب ہے۔

قابل مذمت علم کلام کے تذکرے میں کتاب وسنت کے باہمی تعلق کا ثبوت ملتا ہے۔ ابن ابی العز لکھتے ہیں:

"كل من عدل عن الكتاب والسنة إلى علم الكلام المذموم أو أراد أن يجمع بينه وبين الكتاب والسنة، وعند التعارض يتأوّل النص ويرده إلى الرأي والآراء المختلفة فيؤل أمره إلى الحيرة والضلال والشك."

(نفس المرجع، ص: ۲۰۸)

''جو شخص کتاب اللہ اور سنتِ رسول سے منحرف ہو کر مذموم علم کلام کی طرف جائے یا وہ ایسے علم کلام اور کتاب وسنت کے درمیان مطابقت پیدا کرنے کی کوشش کرے اور بوقت تعارض نص (کتاب وسنت) کی تاویل کرتے ہوئے اسے رائے اور مختلف آراء کی طرف پھیرے تو اس کے معاملے کا انجام سوائے حیرانی، گمراہی اور شک کے اور کچھ نہیں ہوسکتا۔''

ایسے شخص کے بارے میں امام شافعی نے غم وغصے کا اظہار کیا ہے جسے ابن ابی العز نے یوں نقل کیا ہے:

"وقال الإمام الشافعي رحمه الله تعالى: حكمي في أهل الكلام أن يضربوا بالجريد والنعال، ويطاف بهم في العشائر [والقبائل]، ويقال: هذا جزاء من ترك الكتاب والسنة وأقبل على الكلام."

(نفس المرجع، ص: ۷۵)

''اور امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اہل کلام کے بارے میں میرا حکم یہ ہے کہ انھیں جوتے اور بید مارے جائیں اور انھیں قبائل میں گھومایا جائے اور کہا جائے کہ یہ اس شخص کی سزا ہے جو کتاب وسنت چھوڑ کر علم کلام پر متوجہ ہوا۔''

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کے ہاں کتاب وسنت کا باہمی تعلق:

حافظ ابن حجر ''حبل اللہ'' کا معنی ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"المراد بالحبل: الكتاب والسنة."

(فتح الباری: ۱۳/ ۲۴۵)

''حبل سے مراد کتاب اللہ اور سنت رسول ہے۔''

اور اس کے بعد "الکتاب" اور "السنۃ" کی یوں وضاحت کرتے ہیں کہ کتاب سے مراد قرآن ہے جس کی تلاوت سے ثواب حاصل کیا جاتا ہے اور سنت سے مراد نبی ﷺ کے اقوال وافعال اور تقریرات ہیں۔ (نفس المرجع)

مزید لکھتے ہیں کہ جب انسان کتاب وسنت سے تمسک کرے گا تو ہر نیکی کی طرف آگے بڑھے گا۔ (نفس المرجع: ۲۵۷)

مزید فرماتے ہیں کہ تم اس میں اللہ اور اس کے رسول کے فرمودات کی پیروی کرو۔ (نفس المرجع: ۲۸۳)

"جُہّال" کی تشریح میں حافظ ابن حجر لکھتے ہیں:

"أي الذين يتحدثون بأمور من أمور الغيب لا يستندون فيها إلى الكتاب والسنة."

(نفس المرجع، ص: ۱۱۵)

''وہ غیبی امور سے متعلق ایسی باتیں کرتے ہیں جن کی ان کے پاس کتاب وسنت سے کوئی سند نہیں ہوتی۔''

"القراء" کی تشریح کرتے ہوئے حافظ ابن حجر لکھتے ہیں:

''قراء سے مراد قرآن وسنت کا علم رکھنے والے عبادت گزار ہیں۔'' (نفس المرجع، ص: ۲۵۷)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ محمود ومذموم رائے کے فرق کے لیے کتاب و

سنت کو معیار قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اگر رائے کا سہارا قرآن و سنت سے منقول نص پر ہو تو یہ رائے محمود ہے۔ اگر یہ قرآن وسنت سے خالی ہو تو یہ رائے مذموم ہے۔ (نفس المرجع، ص: ۲۹۱)

حافظ ابن حجر سورۃ النساء کی آیت نمبر (۵۹) کے تحت لکھتے ہیں:

"أي أن تنازعتم في جواز الشيء وعدم جوازه فارجعوا إلى الكتاب والسنة."

(نفس المرجع، ص: ۸/ ۲۵۴)

"یعنی اگر کسی چیز کے جواز اور عدم جواز میں تمھارا جھگڑا ہو جائے تو تم کتاب اللہ اور سنتِ رسول کی طرف رجوع کرو۔"

آپ رحمہ اللہ مزید لکھتے ہیں کہ اس حقیقت کے باوجود کہ مطاع اللہ تعالیٰ ہے، اولی الامر کے علاوہ ﴿الرسول﴾ میں ﴿اطیعوا﴾ دہرانے میں نکتہ اس چیز کا معروف ہونا ہے کہ جس کے ساتھ مکلّف ہونا واقع ہوتا ہے، وہ صرف قرآن وسنت ہیں۔

(نفس المرجع، ص: ۱۳/ ۱۱۱)

ملا علی قاری کے ہاں کتاب وسنت کا باہمی تعلق:

ملا علی قاری مرقاۃ المفاتیح میں لکھتے ہیں:

"فعليك بالكتاب والسنة وإجماع الأمة بالاجتناب عن طريق أرباب الهوى وأصحاب البدعة لتكون من فرقة الناجية السالكون طريق التابعة على وجه الاستقامة." (مرقاة المفاتيح: ۱/ ۱۰)

"کتاب وسنت اور اجماعِ اُمت کو لازم پکڑیے اور خواہش پرستوں اور بدعتیوں سے کنارہ کیجیے تا کہ تمھارا شمار اس فرقہ ناجیہ میں ہو جو علی وجہ الاستقامۃ تابعداری کے راستے پر چل رہا ہے۔"

ابن امیر الحاج کے ہاں کتاب وسنت کا باہمی تعلق:

ابن امیر الحاج "التحریر" لابن ہمام کی شرح "التقریر و التحبیر" میں لکھتے ہیں:

"إن من المعلوم أن من الأحكام الشرعية الكائنة للأعمال المذكورة ماكل من دلالة النصوص عليه ومن طريق وصوله إلى المكلفين قطعي كالثابت بالنص من الكتاب والسنة المتواترة والإجماع، وإن هذا مما يمكن إحاطة كثير من المكلفين به فضلا عن المجتهدين." (التقرير والتحبير في شرح التحرير: ۱/ ۹۱)

"یہ بات معلوم ہے کہ اعمالِ مذکورہ کے شرعی احکام کی ہر دلالۃ النص اور اس کے مکلفین تک پہنچنے کا ہر طریق، قرآن، سنتِ متواترہ اور اجماع کی نص کے ساتھ ثابت (حکم) کی طرح قطعی نہیں ہے اور (یہ بھی معلوم ہے کہ) اس کا شمار ان چیزوں میں ہوتا ہے جن کا احاطہ مجتہدین تو کیا اکثر مکلفین بھی کر سکتے ہیں۔"

ابن امیر الحاج مزید لکھتے ہیں کہ اگر کوئی شخص کسی خاص مذہب کو لازم پکڑے جیسے ابو حنیفہ اور شافعی ہیں، کہا گیا ہے: یہ لازم ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ لازم نہیں ہے۔ ابن امیر الحاج نے کہا کہ لازم نہ پکڑنا زیادہ صحیح ہے کیونکہ اسے لازم پکڑنا واجب نہیں ہے۔ واجب تو صرف وہی ہے جسے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے واجب ٹھہرایا ہے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے کسی شخص پر اُمت میں سے کسی شخص کا مذہب اختیار کرنا لازم نہیں ٹھہرایا کہ وہ اپنے دین میں اس کی ہر بات کی تقلید کرے اور اس کے غیر کو چھوڑ دے۔

(نفس المرجع، ص: ۳/ ۳۵۰)

آپ مزید لکھتے ہیں کہ جب کوئی شخص اپنے امام کے مذہب کے مخالف کے قول کے لیے حدیث سے صحیح دلیل دیکھ لے اور اپنے امام کے مذہب میں اس کا قوی جواب نہ پائے اور نہ ہی اس پر راجح معارض پائے، تب مکلّف کو حکم ہے کہ وہ نبی ﷺ کی ان احکام میں اتباع کرے جو آپ نے مشروع فرمائے ہیں۔

(نفس المرجع، ص: ۳۵۳)

شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کے ہاں کتاب وسنت کا باہمی تعلق:

شاہ ولی اللہ عقائد کے بارے میں کتاب وسنت، قدماء اہل سنت اورسلف کے منہج کی پابندی کی وصیت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ فروع میں ایسے علمائے محدثین کی پیروی کرنا جو حدیث وفقہ کے جامع ہیں۔ مسائل فقہیہ کو کتاب وسنت پر پیش کرنا، جو ان کے موافق ہوں انھیں قبول کرنا اور مخالف کو پھینک دینا۔ امت کے لیے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ وہ ہروقت اجتہادی مسائل کو کتاب وسنت پر پیش کرتی رہے اوروہ خشک فقہاء جنھوں نے تقلید کوضروری قرار دے رکھا ہے اورسنت کی تلاش وجستجو کو ترک کیا ہوا ہے، ان کی باتیں نہ سنی جائیں، نہ ان کی طرف نظر التفات کی جائے۔ ان سے دور رہ کر حق تعالیٰ کے قرب کی جستجو کی جائے۔ (التفهيمات الإلٰهية: ۲۸۸/۲)

خیر وشر کی معرفت کا ذکر کرتے ہوئے شاہ ولی اللہ لکھتے ہیں:

"لا نعتقد العصمة في أحد غير النبي ﷺ. و الميزان في معرفة الخير والشر الكتاب على تأويله الصريح ومعروف السنة لا اجتهاد العلماء ولا أقوال الصوفية."

(نفس المرجع، ص: ۲۷۹)

''ہم نبی ﷺ کے سوا کسی کی عصمت کا اعتقاد نہیں رکھتے۔ اور خیر وشر کی معرفت کے لیے میزان (دو چیزیں ہیں:) ا۔قرآن اپنی صریح اور واضح تاویل وتفسیر کے مطابق (میزان) ہے۔ ۲۔معروف سنت (میزان) ہے، نہ کہ علماء کا اجتہاد اورصوفیاء کے اقوال۔''

قرآن وسنت کے باہمی تعلق کا ثبوت حسبِ ذیل سے بھی ثابت ہوتا ہے:

شاہ ولی اللہ لکھتے ہیں کہ سلف میں استنباط مسائل کے دو طریقے تھے: پہلا یہ کہ قرآن وحدیث اورآثارصحابہ جمع کیے جاتے اوران کی روشنی میں پیش آمدہ مسائل پر غور کیا جاتا تھا، یہ محدثین کا طریقہ تھا۔ دوسرا طریقہ یہ کہ ائمہ کے تنقیح وتہذیب کردہ قواعد کلیہ کی روشنی میں پیش آمدہ مسائل کا حل تلاش کیا جاتا تھا اوراصل ماخذ قرآن وحدیث کی طرف توجہ کی ضرورت ہی نہ سمجھی جاتی۔ سلف میں سے ایک گروہ پہلے طریق کا پابند تھا اور بعض دیگر دوسرے طریق کے۔

(مصفّى (فارسي) شرح موطأ إمام مالك: ۴/۱)

کتاب وسنت کے مخالفین سے بیزاری کا اظہار کرتے ہوئے شاہ ولی اللہ لکھتے ہیں:

"وها أنا بريء من كل مقالة صدرت مخالفة لآية من كتاب الله أو سنة قائمة عن رسول الله ﷺ أو إجماع القرون المشهود لها بالخير." (حجة الله البالغة: ۱/۱۰،۱۱)

''میں ہر ایسی بات سے لاتعلق ہوں جو اللہ کی کتاب کی کسی آیت کے مخالف ہو یا رسول اللہ ﷺ کی قائم دائم سنت کے مخالف ہو، یا قرونِ ثلاثہ کے اجماع سے ٹکراتی ہو۔''

اسی مفہوم کو واضح کرتے ہوئے شاہ ولی اللہ لکھتے ہیں:

"ولم نؤمن بفقيه أيا كان أنه أوحى الله إليه الفقه وفرض علينا طاعته وأنه معصوم، فإن اقتدينا بواحد منهم فذلك لعلمنا بأنه عالم بكتاب الله وسنة رسوله." (نفس المرجع، ص: ۱/ ۱۵۶)

''کسی فقیہ کے بارے میں ہم یہ ایمان نہیں رکھتے کہ اللہ نے اس کی طرف فقہ وحی کی ہے اورہم پر اس کی اطاعت فرض کی ہے، اور نہ ہی ہم یہ ایمان رکھتے ہیں کہ وہ معصوم ہے۔ اگر ہم ان میں سے کسی ایک کی پیروی کرتے ہیں تو یہ اپنے اس علم کی بنا پر کرتے ہیں کہ وہ اللہ کی کتاب اوراس کے رسول کی سنت کا عالم ہے۔''

علامہ آلوسی رحمہ اللہ کے ہاں کتاب وسنت کا باہمی تعلق:

علامہ آلوسی لکھتے ہیں کہ آیت کا معنی ومفہوم یہ ہوا کہ اے مومنو! اگرتم اورتم میں سے بنائے ہوئے امراء کسی دینی معاملے میں آپس میں جھگڑ پڑو تو اسے اللہ کی طرف، یعنی اس کی کتاب کی طرف لوٹادو،

اور رسول کی طرف، یعنی آپ ﷺ کی سنن کی طرف لوٹا دو۔ پھر ان کی اطاعت تب تک واجب ہے جب تک یہ حق پر رہیں۔ اگر یہ شرع کی مخالفت کریں تو ان کی اطاعت کرنا واجب نہیں ہے۔ (روح المعاني في تفسير القرآن العظيم والسبع المثاني: ٦٦/٥)

علامہ آلوسی مزید لکھتے ہیں:

اللہ کی اطاعت سے مراد قرآن پر عمل کرنا ہے اور رسول کی اطاعت سے مراد سنت پر عمل کرنا ہے۔ (نفس المرجع)

چند سطور کے بعد مزید لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کی طاعت اور اس کے رسول ﷺ اور امراء کی اطاعت اور متنازع فیہ مسئلے کو اس کے رسول ﷺ کی طرف لوٹانا تمھارے لیے بہتر اور زیادہ درست اور زیادہ خوبصورت، یعنی انجام کے اعتبار سے فی نفسہ زیادہ قابلِ تعریف ہے۔

(نفس المرجع، ص: ٦٧)

الشیخ عبدالرحمٰن بن حسن آل الشیخ کے ہاں کتاب وسنت کا باہمی تعلق:

عبدالرحمٰن آل الشیخ کتاب وسنت میں مطابقت کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسول کی محبت کی علامات میں سے ہے کہ انسان اس سے محبت کرے جس سے اللہ محبت کرتا ہے اور اسے مکروہ جانے جسے اللہ مکروہ جانتا ہے۔ بلاشبہ محبتِ رسول، محبتِ الٰہی کے لوازمات میں سے ہے۔ جو اللہ سے محبت اور اس کی اطاعت کرتا ہے وہ رسول اللہ ﷺ سے محبت اور آپ ﷺ کی اطاعت کرتا ہے۔

(فتح المجيد شرح كتاب التوحيد، ص: ٢٩٥)

ہر وہ شخص جو اللہ کی کتاب اور اس کے رسول ﷺ کی سنت کے سوا کسی اور طرف فیصلہ کروانے گیا تو بلاشبہ وہ اس طاغوت کے پاس فیصلہ کروانے گیا جس کے ساتھ کفر کرنے کا اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو حکم دیا ہوا ہے کیونکہ فیصلہ صرف اللہ کی کتاب اور اس کے رسول ﷺ کی سنت ہی سے لینا ضروری ہے۔

(نفس المرجع، ص: ٣٥٠)

شیخ عبدالرحمٰن مزید لکھتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسول کے سوا کسی اور کو حاکم ٹھہرانا سب سے بڑا گناہ ہے جس سے زمین میں فساد بپا ہوتا ہے۔ اللہ کی کتاب اور اس کے رسول ﷺ کی سنت کو حاکم ٹھہرائے بغیر زمین میں امن پیدا نہیں ہوسکتا۔ (نفس المرجع، ص: ٣٥٤)

شیخ عبدالرحمٰن بن حسن سورۂ بقرۃ کی آیت نمبر (۱۱) کی توضیح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"إن التحاكم إلى غير الله ورسوله من أعمال المنافقين وهو من الفساد في الأرض."

(نفس المرجع، ص: ٣٥٣)

''بلاشبہ اللہ اور اس کے رسول کے سوا کسی اور کے پاس فیصلہ لے جانا منافقوں کا کام ہے اور یہ "فساد في الأرض" میں داخل ہے۔''

آپ سورۃ النور کی آیت نمبر (۴۸) کے تحت لکھتے ہیں کہ اللہ نے بتایا ہے کہ جب مومنوں کو اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلایا جائے تاکہ رسول اللہ ان کے درمیان فیصلہ کریں تو مومنین بات سنتے اور مانتے ہیں، لہٰذا واضح ہوا کہ یہ ایمان کے لوازمات میں سے ہے۔

(نفس المرجع، ص: ٣٩٣)

اور سورۃ النساء کی آیت نمبر (۶۲) کے تحت لکھتے ہیں:

"من دعا إلى تحكيم غير الله ورسوله فقد ترك ماجاء به الرسول ﷺ ورغب عنه وجعل لله شريكا في الطاعة." (نفس المرجع، ص: ٣٥١)

''جس شخص نے اللہ اور اس کے رسول کے غیر سے فیصلہ کروانے کی دعوت دی بلاشبہ اس نے رسول ﷺ کا لایا ہوا (دین، یعنی کتاب وسنت) چھوڑ دیا اور اس سے منھ پھیر لیا اور اس نے (اللہ اور اس کے رسول کے غیر کو) اطاعت میں اللہ کا شریک بنالیا۔''

ملکی تاریخ

قسط نمبر ③ آخری

احوالِ ملتان

حافظ ریاض احمد عاقب اثری، ملتان

خطۂ ملتان میں اسلام کی کرنیں:

دین اسلام دنیا کے بڑے مذاہب میں سے ایک بڑا مذہب ہے۔ اس مذہب کا آغاز حجاز کے شہر مکہ مکرمہ میں اس وقت ہوا جب ہمارے آخری رسول محمد عربی ﷺ (فداه أبي وأمي) نے چالیس سال کی عمر میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے اپنی رسالت کا اعلان فرمایا۔

رسول اللہ ﷺ بعثت کے بعد تیرہ سال مکہ مکرمہ میں مقیم رہے۔ اس تمام عرصے میں محمد رسول اللہ ﷺ کی دعوت صرف اور صرف یہ رہی: "قولوا: لا إله إلا الله تفلحوا"

''لوگو لا الہ الا اللہ کہو، کامیاب ہو جاؤ گے۔''

برصغیر پاک و ہند میں اسلام کی کرنیں عہد نبوی میں ہی پہنچنا شروع ہوگئی تھیں لیکن اس کا باقاعدہ آغاز عہد فاروقی (۱۵ھ) سے شروع ہوتا ہے۔ تفصیل کے لیے مولانا محمد اسحاق بھٹی صاحب کی کتب ''برصغیر میں اسلام کے اوّلین نقوش'' اور ''برصغیر میں اہل حدیث کی آمد'' لائق مطالعہ ہیں۔

''اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ابتدائی دور ہی میں اسلام یہاں (برصغیر میں) آ گیا تھا۔ اور قرنِ اوّل کے مسلمانوں نے کفرستانِ ہند میں جنگ و جہاد کی طرح ڈال دی تھی تاکہ اس ملک کے باشندے ان پاکیزہ اخلاق و کردار، اعلیٰ تہذیب و ثقافت اور تعلیم و شائستگی کی ان بلند ترین اقدار سے بہرہ یاب ہوسکیں جن کو اسلام میں بنیادی اور اساسی حیثیت حاصل ہے۔

لیکن پوری قوت اور عظیم فاتح کی حیثیت سے مسلمان اموی حکمران ولید بن عبدالملک کے عہد خلافت (۹۳ھ) میں محمد بن قاسم ثقفی کے زیر کمان پاکستان کے موجودہ صوبہ سندھ کی طرف سے داخل برصغیر ہوئے۔ تھوڑے ہی عرصے میں قبیلہ بنوثقیف کے اس بہادر جرنیل محمد بن قاسم ثقفی نے سندھ کا تمام علاقہ فتح کرلیا اور اس کی سرحدوں کو عبور کر کے ایک طرف ملتان تک آگے بڑھ گئے تو دوسری طرف موجودہ راجستھان کے متعدد اہم مقامات تک رسائی حاصل کرلی۔''

(برصغیر میں اہل حدیث کی آمد، ص:۵۹، ۶۰)

جرنیل اسلام محمد بن قاسم ثقیف خاندان کے عظیم فرزند تھے جو عراق کے شہر بصرہ کے رہنے والے تھے۔ ۶۵ ہجری کے پس وپیش پیدا ہوئے۔ یہ عہد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظام رحمہم اللہ کا تھا جسے رسول اللہ ﷺ نے ''خیر القرون'' سے تعبیر فرمایا ہے۔

محمد بن قاسم کا شمار تابعین میں ہوتا ہے۔ سیّدنا براء بن عازب اور سیّدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہما اس وقت زندہ تھے۔ سیّدنا انس بن مالک کی وفات تقریباً ۹۳ھ کو بصرہ میں ہوئی، اس وقت محمد بن قاسم کی عمر ستائیس سال تھی۔ اسی طرح محمد بن قاسم نے اپنے غلام یونس بن عبید کو سیّدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بھیجا کہ ان سے پوچھ کر آؤ کہ رسول اللہ ﷺ کا جھنڈا کیسا تھا؟ سیّدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ ﷺ کا جھنڈا سیاہ لکیردار اونی کپڑے کا اور چوکور تھا۔ (أبوداود، رقم الحديث: ٢٥٩١، ترمذي، رقم الحديث: ١٦٨٠، وقال: حسن غريب، وأحمد: ٤/ ٢٩٧، صححه الشيخ الألباني في صحيح سنن الترمذي، رقم الحديث: ١٣٧٣)

غرض محمد بن قاسم ثقفی ایسے جرنیل اسلام پہلی صدی ہجری کے

آخر میں شمع اسلام لے کر سندھ سے ہوتے ہوئے ملتان وارد ہوئے تو یہاں اکثر آبادی ہندو یا بدھ مت پر مشتمل تھی۔ محمد بن قاسم خالص کتاب وسنت کی دعوت لے کر آئے۔ اس وقت مروّجہ فقہی مسالک کا نام ونشان تک نہ تھا۔ ان فقہی مسالک کا وجود چوتھی صدی ہجری کے بعد ہوا جیسا کہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے اپنی کتاب ''حجۃ اللہ البالغہ'' میں واضح فرمایا ہے:

''لوگ چوتھی صدی ہجری سے پہلے کسی ایک متعین مذہب کے پابند نہیں تھے اور اس دور میں تصوف کے سلاسل اربعہ تھے اور نہ ہی فقہی مسائل میں چار فقہوں کا تصور تھا۔ جن اکابرین کی طرف یہ مسالک ومذاہب منسوب ہیں ان کے ماننے والے الگ جماعتوں اور گروہوں کی صورت میں بہت بعد میں معروف ومشہور ہوئے۔''

(حجۃ اللہ البالغہ: ۱۵۲/۲)

محمد بن قاسم ثقفی قرآن وسنت پر عمل پیرا تھے اور قرآن وسنت کی دعوت انھوں نے برصغیر میں پہنچائی۔ محمد بن قاسم جب ملتان تشریف لائے تو اس وقت ہندو لوگ شرک وکفر میں مبتلا تھے۔ سورج مندر کے پجاری سورج دیوتا کی پرستش کررہے تھے۔ اس مندر پر قیمتی مال ومتاع اور زیورات چڑھائے تھے۔ اسلامی جرنیل جب اس مندر کے پاس پہنچا تو اسے بتایا گیا کہ اس مندر کے نیچے ایک کمرہ ہے جس میں تانبے کے مٹکے سونے سے لبریز ہیں۔ محمد بن قاسم نے اس جگہ کی کھدائی کروائی تو وہاں سے تیرہ ہزار دوسو من سونا برآمد ہوا۔ سونے کی فراوانی کی وجہ سے عربوں نے ملتان کو ''بیت الذہب'' (سونے کا گھر) قرار دیا۔ یہ برآمد شدہ سونا محمد بن قاسم نے دارالخلافہ عراق روانہ کردیا۔ ہندومت اور بدھ مت پر اسلام کے گہرے نقوش ثبت ہوئے۔ بہت سارے لوگوں نے بت پرستی سے تائب ہو کر دین اسلام قبول کرلیا۔

محمد بن قاسم کی گرفتاری کے بعد یہاں کے حالات کافی بگڑ گئے۔ انتظامات کا پورا ڈھانچا درہم برہم ہوگیا۔ خودسری اور سرکشی اتنی پھیل گئی کہ مہاراجے دوبارہ بے لگام ہوکر من مانیاں کرنے لگ گئے۔

سیّدنا عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کے دور میں اس علاقے میں تبلیغی سرگرمیاں بڑھنے لگیں۔ سیّدنا عمر بن عبدالعزیز بذات خود تبلیغی امور میں خاص دلچسپی رکھتے تھے۔ آپ کے عہد میں کافی بادشاہ حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔

سرزمین ملتان میں مذہبی اعتبار سے اتار چڑھاؤ ہوتا رہا کیونکہ یہ بات تاریخی حقائق سے ثابت ہے کہ خطہ ملتان سے جب ہندوؤں کا اقتدار ختم ہوا اور یہاں موحد اَفراد برسر اقتدار آئے تو وہ اسلام کی شان وشوکت میں اضافے کا باعث بنے۔ محمد بن قاسم کے بعد سلطان محمود غزنوی اور سلطان شہاب الدین غوری کا دور (۹۸۶ تا ۱۱۷۵ء) اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ اس دور میں برصغیر میں اسلام ایک زبردست سیاسی اور سماجی قوت بن کر اُبھرا۔ اس کے برعکس جب کبھی ملحد اور بے دین قسم کے لوگ اقتدار پر متمکن ہوئے تو وہ اسلام کی پسپائی اور رسوائی کا سبب بنے۔ اس کی مثال یوں سمجھیں کہ جب ۳۵۳ھ میں جلم بن شیبان نے قبضہ کیا تو اس نے یہاں اسماعیلیوں اور روافض کو خوب پروان چڑھایا۔ اگرچہ جلم میں بن شیبان سے پہلے ابوعبداللہ جعفر علوی ملتان کا مذہبی اور اعزازی حکمران بن چکا تھا۔ دوسری اور تیسری صدی ہجری میں ملتان میں اسماعیلیوں کو بہت فروغ حاصل ہوا کیونکہ یہ ملحد اور بے دین حکمران کی ماتحتی میں پھلتے پھولتے رہے۔ ملتان میں اسماعیلی دور حکومت کے بارے سیّد سبط حسن رقمطراز ہیں:

''اسماعیلیوں نے ملتان میں چپکے چپکے اپنا اثر ورسوخ اتنا بڑھا لیا کہ لوگوں نے ۹۶۴ء میں اسماعیلی داعی جلم بن شیبان کی قیادت میں بغاوت کردی اور عرب حاکم کو قتل کرکے جلم کو ملتان کا حاکم بنا دیا۔ جلم بن شیبان مصر سے آیا تھا، لہٰذا ملتان میں مصر کے فاطمی خلفاء کا خطبہ پڑھا جانے لگا۔''

(پاکستان میں تہذیب کا ارتقاء، ص: ۱۶۳)

فرقہ اسماعیلیہ کے بارے محمد نجم الغنی لکھتے ہیں:

’’جب امام جعفر نے انتقال کیا تو شیعہ کے تین گروہ ہوگئے۔ ایک گروہ نے امام موسیٰ کاظم کی امامت کو مان لیا، دوسرے گروہ نے جان لیا کہ حضرت اسماعیل ضرور مر گئے ہیں مگر ان کے فرزند محمد امام ہیں، اس لیے کہ امامت ان کے باپ میں تھی اور بیٹا بمقابلے بھائی کے زیادہ حق دار ہے۔ تیسرا گروہ حضرت اسماعیل کی حیات کا مقرر رہا۔ پس یہ پچھلے دونوں فرقے اسماعیلیہ کہلاتے ہیں اور پہلا فرقہ امامیہ میں شمار پاتا ہے۔ اسماعیلیہ کہتے ہیں کہ امامت اسماعیل کی اولاد میں قیامت تک رہے گی۔‘‘ (مذاہب الاسلام، ص:۲۴۸)

اسماعیلی مذاہب کے اعتقادات ونظریات کیا تھے؟ اس کے بارے میں عتیق فکری تحریر کرتے ہیں:

’’عبداللہ بن میمون القدح نے اپنے اسماعیلی مذہب کی بنیاد اس پر رکھی کہ آنحضرت نے ظاہری شریعت کی تبلیغ کی، باطنی شریعت کے لیے آپ نے مولیٰ علی کو قائم کیا۔ مولیٰ علی اور آپ کے بعد جو چھ امام گزرے انھوں نے شریعت کو مکمل کیا جس کی وجہ سے یہ سب معین کہلائے۔ ساتویں امام مولیٰ محمد اسماعیل نے شریعت محمدی کے ظاہر کو معطل کر کے باطنی شریعت جاری کی۔ اسی وجہ سے تاریخ میں ہمارے فرقے کا دوسرا نام سبعیہ پڑ گیا۔ آپ سے روحانی دور شروع ہوا اور آپ ہی وہ مہدی ہیں جن کی بشارت آنحضرت ﷺ نے دی تھی۔ گویا آپ نے زمانہ سے ظاہری اعمال، یعنی نماز وغیرہ کے ادا کرنے اور شرعی محرمات سے بچنے کی ضرورت باقی نہ رہنے دی۔‘‘

(نقش ملتان: ۱/۳۵۱ بحوالہ اسماعیلی مذہب، ص: ۶۲۰، ۶۲۱)

قارئین کرام! ذرا غور فرمائیں کہ اس باطل فرقے نے کس طرح شریعت وطریقت کے درمیان فرق کیا اور باطنی معانی کا سہارا لیا۔ یہی عقیدۂ باطنیت آگے گمراہ صوفیاء میں منتقل ہوجاتا ہے۔ اس گمراہ کن عقیدہ باطنیت کے پردے میں ان صوفیاء نے قرآن وحدیث کے احکام اور عقائد کی من مانی تاویلات کیں۔ ان حضرات نے کیف، جذب، مستی، استغراق، سکر (بے ہوشی) اور صحو (ہوش) ایسی غیر شرعی اصطلاحات وضع کر کے جسے چاہا حلال قرار دے دیا اور جسے چاہا حرام ٹھہرا دیا۔ ان گمراہ صوفیاء نے کہا: ’’قرآن وحدیث کے الفاظ کے دو دو معانی ہیں، ایک ظاہری دوسرا باطنی ہے۔ اور باطنی معنی ظاہری معنی سے افضل اور مقدم ہے۔ ظاہری معانی سے تو علماء کرام واقف ہیں لیکن باطنی معانی کو صرف اہل اَسرار ورموز ہی جانتے ہیں۔ ان اَسرار ورموز کا منبع اولیاء کرام کے مکاشفے، مراقبے، مشاہدے اور الہام وغیرہ ہیں۔ یہ گمراہ صوفیاء ہندومت، بدھ مت اور جین مت کی طرح وحدت الوجود اور عقیدۂ حلول کے بھی قائل ہیں۔

تو اس عقیدۂ باطنیت کے خوشنما پردے میں اربابِ ہویٰ اور اہل ہوس نے دین اسلام کے عقائد ہی نہیں بلکہ اخلاقیات اور شرم وحیا کا دامن بھی تار تار کیا ہے۔ جلم بن شیبان کے بعد جب ابوالفتوح داود ملتان پر قابض ہوا تو ملتان میں جبر واِکراہ کے ساتھ اپنے باطل عقائد وفاسد نظریات کا پرچار شروع کر دیا۔ اس ملحد اور بے دین شخص کا باطنی قرامطہ فرقہ سے تعلق تھا۔ اس فرقے کا بانی حمدان بن قروط تھا۔ اس فرقے کے بھی گمراہ کن عقائد تھے، جیسا کہ محمد نجم الغنی نے لکھا ہے:

’’شیخ قرامطہ کی شرائع میں سے یہ بات تھی کہ نبیذ کو حرام اور شراب کو حلال بتاتا تھا اور جنابت، یعنی ناپاکی کے بعد غسل کرنا ان کے نزدیک ضروری نہ تھا، صرف وضو کر لینا کافی سمجھتا تھا۔‘‘ (مذاہب الاسلام، ص:۲۵۶)

اس باطنی قرامطی کی سرکوبی کے لیے محمود غزنوی غزنی سے تشریف لائے تھے۔ اس کی تفصیل تاریخ ملتان (۱/۶۹) میں دیکھی جاسکتی ہے۔

ان صوفیوں کا تعلق اسماعیلی یا شیعہ فرقے سے تھا اور ملتا شہران کی مرکزی قیام گاہ تھا، اس لیے یہ شہر ’’پیری پُر‘‘ کے نام سے مشہور ومعروف ہوگیا۔ ان میں جو فوت ہوگیا ان کے عقیدت مندوں نے ان کی قبروں پر آستانے قائم کر کے دکان داری چمکا لی۔ آج ان خانقاہوں، مزاروں، درباروں اور آستانوں پر وہی کچھ ہو رہا ہے جو غیر مسلموں کے مندروں، گرجوں اور گردواروں میں ہو رہا ہے۔

آج ان درباروں پر چراغاں، پھول چڑھانا، انھیں غسل دینا، ان پر نذر ونیاز چڑھانا، جانور ذبح کرنا، شیرینی بانٹنا، ان پر مجاوری کرنا، وہاں ہاتھ باندھ کر با ادب کھڑا ہونا، ان سے مرادیں مانگنا، ان کے نام کی چوٹی رکھنا، ان کے نام کے دھاگے باندھنا، ان کے نام کی دہائی دینا، تکلیف اور مصیبت میں انھیں پکارنا، مزاروں کا طواف کرنا، طواف کے بعد قربانی کرنا اور سر کے بال مونڈانا، مزار کی دیواروں کو بوسہ دینا، وہاں سے خاک شفا حاصل کرنا، ننگے قدم مزار تک پیدل چل کر جانا اور الٹے پاؤں واپس پلٹنا، صاحب قبر سے اولادیں طلب کرنا اور رزق ودولت کا مطالبہ کرنا یہ سارے افعال واعمال ہر چھوٹے بڑے مزار پر روزمرہ کا معمول ہیں۔ اس خانقاہی نظام نے شریعت اسلامیہ کے عقائد وافکار اور اعمال وافعال کو درہم برہم کردیا ہے۔ گویا یہ خانقاہی نظام دین اسلام کے متوازی مذہب بن چکا ہے۔ آج یہ دربار اور مزار شرک کے اڈے بن چکے ہیں۔ علی الاعلان شرکیہ اعمال بے باکی سے اربابِ حکومت کی سرپرستی میں جاری وساری ہیں۔ ملتان کے اکثر بڑے بڑے درباروں پر ملتان کے مشہور سیاست دانوں کا راج ہے۔ ان کی دکان داری چمکی ہوئی ہے۔ اصحابِ شرک دور دراز کے علاقوں سے یہاں مزاروں پر درشن کے لیے آتے ہیں۔ ان بزرگوں کے درباروں پر عرسوں کا بڑی دھوم دھام سے اہتمام کیا جاتا ہے۔ سندھی مشرک ان درباروں بالخصوص بہاء الدین زکریا کے دربار پر آکر وہی اعمال کرتے ہیں جو حاجی حضرات خانہ کعبہ میں جا کر بجالاتے ہیں۔ ان درباروں کے سایوں میں ایسے ایسے بے حیائی کے کام ہورہے ہیں جن کو یہاں رقم کرنے سے حیا مانع ہے۔ تفصیل کے لیے ''کتاب التوحید، (ص: ۵۷، ۵۸) از اقبال کیلانی ملاحظہ فرمائیں۔

انگریزی عہد میں اس درباری نظام کو بہت تقویت ملی اور اب بھی استعمار صوفی ازم کو عام کرنے کے لیے پاکستان کے درباروں کی اعانت کررہا ہے۔ ۲۰۱۰ء میں امریکہ نے پاکستان میں جتنے بھی اہم دربار اور مزار ہیں ان کے گدی نشینوں کو موسم گرما میں یورپ کے ٹھنڈے علاقوں میں مدعو کیا اور ان کی خوب جیبیں بھریں تاکہ صوفی ازم کا پرچار ہو۔ پرویز مشرف کے دور اقتدار میں اسلام آباد میں صوفی ازم پر کافی کانفرنسز منعقد ہوچکی ہیں۔ امریکہ کو معلوم ہے یہ ایسے لوگ پیدا کریں گے جو بظاہری دین دار ہوں گے لیکن ان کے اندر سے اسلامی روح ناپید ہوگی، اس لیے وہ اکثر بلاد اسلامیہ میں صوفی ازم کی آبیاری کررہا ہے۔ مولانا حالی نے اس ماحول کی قباحت کو اپنے الفاظ میں یوں بیان کیا ہے ؎

کرے غیر گر بت کی پوجا تو کافر
جو ٹھہرائے بیٹا خدا کا تو کافر
جھکے آگ پر بہر سجدہ تو کافر
کواکب میں مانے کرشمہ تو کافر
مگر مومنوں پر کشادہ ہیں راہیں
پرستش کریں شوق سے جس کی چاہیں
نبی کو جو چاہیں خدا کر دکھائیں
اماموں کا رتبہ نبی سے بڑھائیں
مزاروں پہ دن رات نذریں چڑھائیں
شہیدوں سے جا جا کر مانگیں دعائیں
نہ توحید میں کچھ خلل اس سے آئے
نہ اسلام بگڑے نہ ایمان جائے

سیرت امامِ اعظم کانفرنس

مؤرخہ ۲۳؍ اپریل ۲۰۱۲ء کو مرکزی جمعیت اہل حدیث واہل حدیث یوتھ فورس کے زیر اہتمام سیرت امام اعظم کانفرنس بمقام جامع مسجد مبارک اہل حدیث، ماچھیکے، ضلع شیخوپورہ، منعقد ہورہی ہے جس میں شیر پنجاب مولانا منظور احمد، مولانا حنیف ربانی، مولانا عبدالعزیز آف فیصل آباد، مولانا عبدالرؤف یزدانی حفظہ اللہ ودیگر علمائے کرام تشریف لارہے ہیں۔ احباب ذوق وشوق سے شرکت فرمائیں۔

الداعی الی الخیر: (مولانا) جلال الدین: 0300-4411947

نکتۂ نظر

قادیانیت کا وجود

دشمنانِ اسلام کی سازش

محمد ابراہیم سلفی، ایم فل علوم اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی، لاہور

انیسویں صدی کے آخر میں برصغیر میں ایک ایسے فرقے نے جنم لیا جس نے مسلمانوں کو اسلام کے نام پر گمراہ کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ ان کی دیرینہ خواہش یہ تھی کہ مسلمانوں کو ان کے قبلہ وکعبہ اور ان کی امنگوں اور آرزوؤں کے مراکز مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ سے منقطع کر کے انھیں اپنے اپنے وطنوں تک محصور کردیا جائے تاکہ وہ مضبوط رابطہ اور تعلق ختم ہو کر رہ جائے جو کروڑوں انسانوں کو مشرق سے مغرب اور شمال سے جنوب تک ایک لڑی میں منسلک کیے ہوئے ہے۔ اور جس کی بناء پر بخارا وسمرقند میں بسنے والے مسلمان وادیِ نیل کے باسیوں کی ادنیٰ سے تکلیف پر تڑپ اٹھتے۔ اور حجاز ونجد کے صحرا نورد اور بادیہ نشیں ہمالیہ کے دامنوں میں رہنے والے اور کشمیر کی بلندیوں پر بسنے والوں کی مصیبت کو اپنی مصیبت تصور کرتے ہیں۔

وہ گروہ جو اس کارنمایاں کو سرانجام دینے کے لیے وجود میں لایا گیا وہ برصغیر پاک وہند میں انگریزی ایجنٹ قادیانی تھا جنھیں اسلام اور مسلم دشمن قوتوں کے زیرسایہ پروان چڑھایا گیا۔ اور امت محمدیہ کے تمام دشمنوں نے مال اور دیگر وسائل سے ان کی مدد ومعاونت کی۔ انگریز نے برصغیر میں ان کو اعلیٰ عہدے دیے، ان کے بچوں کو تعلیمی وظائف پیش کیے، اور انھیں ہر ممکن سہولتیں پہنچائی گئی۔ ہندوؤں نے بھی تحریر وتقریر کے ذریعے ان کی خوب حوصلہ افزائی کی۔ یہودیت آج بھی اسرائیل اور افریقہ میں مختلف مراکز کے توسط سے انھیں اسلام کے مسلمہ اصولوں اور مسلمانوں کے بنیادی اعتقادات کے خلاف دلائل سے مسلح کر رہی ہے۔

قادیانیت کی بنیاد ہی اس لیے رکھی گئی ہے کہ مسلم قوتوں کو زک پہنچائی جائے۔ اسلام کے ڈھانچے میں رخنے پیدا کر کے اور اس کے افکار ونظریات کو نیست ونابود کیا جائے کیونکہ تجربات اور تاریخ نے یہ ثابت کردیا ہے کہ جب بھی کسی جماعت یا کسی مخالف گروہ نے اسلام کو للکار کر میدان میں مقابلہ کرنے کی جرأت کی تو وہ اس عظیم قوت کو ذرّہ بھر بھی گزند نہ پہنچا سکا بلکہ اس کے مقابلے میں اسلام زیادہ آب وتاب سے چمکا اور اجاگر ہوا۔ اور اس کے نام لیوا اور زیادہ ولولے اور طنطنے کے ساتھ اس کے شیدائی اور فدائی بن گئے۔

اسلام کی فطرت میں قدرت نے لچک دی ہے
اتنا ہی یہ ابھرے گا جتنا کہ دبا دیں گے

یہود نصاریٰ اور مکے کے مشرکوں نے ایڑی چوٹی کا زور لگایا کہ وہ اسلام کی منزلت، مرتبے، اور شان کو کم کردیں لیکن محرومیوں اور ناکامیوں کے علاوہ ان کو کچھ حاصل نہ ہوا۔

میدانِ جنگ میں اگر صلیبیوں نے اس مضبوط چٹان سے ٹکرانے کی کوشش کی تو پوری قوت وطاقت کے باوجود اپنے ہی سر کو زخمی ہونے سے نہ بچا سکے۔ اگر کسی نے علمی میدان میں مناظرات یا مناقشات کے ذریعے اس سے پنجہ آزمائی کی کوشش کی تو اس کے نتیجے میں اس کی حسرتوں کا خون ہوا۔ اور پھر اعدائے اسلام نے ترغیب وتحریص اور تہدید وتخویف کے حربے بھی آزما کے دیکھ لیے لیکن نامرادیوں نے تب بھی دامن نہ چھوڑا۔ اسلام اپنی پوری تابانیوں کے ساتھ پھلتا

پھولتا اور پھیلتا ہی چلا گیا۔ راستے کی رکاوٹیں اور بیگانوں کی سختیاں اس کی جولانیوں میں مزاحم نہ ہوسکیں۔

جزیرۂ عرب کے مشرکوں، مصروشام اور روم ویونان کے عیسائیوں اور قریظہ وخیبر کے یہودں نے اس کا خوب خوب تجربہ کیا۔ اور پھر اس کو اپنے اپنے وقت میں ہندوؤں، بدھ مت کے پیروکاروں، آتش پرستوں اور سکھوں نے بھی دہرا کر دیکھا۔ ان تلخ وترش تجربات سے دشمنانِ دین نے یہ سبق حاصل کیا کہ اسلام سے کھلے بندوں ٹکر لینا اپنی موت کو دعوت دینا ہے کہ اس سے مسلمانوں کو انگیخت ہوتی ہے اور ان کی غیرت وحمیت کو ٹھیس لگتی ہے، اس لیے انھوں نے طے کیا کہ آئندہ کبھی بھی اسلام اور مسلمانوں کو کھلے میدان میں دعوت مبارزت نہ دی جائے بلکہ ہمیشہ اسے مخفی سازش اور پوشیدہ چالوں سے زیر کرنے کی کوشش کی جائے۔ دھوکے اور منافقت کی تکنیک کو اپنایا جائے۔ اسلام کے نام لیواؤں میں سے اسلام ہی کے نام پر اسلام کی بیخ کنی کرنے والے تیار کیے جائیں اور اس طرح بتدریج اسلام کے افکار پر چھاپا مارا جائے۔ اور اس کی حقیقی تعلیم کو مٹا کر بالآخر اس کے وجود کو ختم کردیا جائے۔ (نعوذ باللہ)

اسی پلان کے تحت قادیانیت کا وجود عمل میں لایا گیا، چنانچہ پہلے پہل یہ ایک اسلامی فرقے کی حیثیت سے لوگوں کے سامنے نمودار ہوا۔ اور یہ لوگ بڑی چابکدستی اور ہوشیار سے اپنے زہریلے افکار وخیالات کا مسلمانوں میں پرچار کرنے لگے کہ عام لوگوں کو اس کی اصلیت کا علم نہ ہوسکے۔ پھر آہستہ آہستہ اور باقاعدہ ترتیب کے ساتھ کچھ اندرون خانہ باتوں کو سامنے لایا گیا۔ اور جب دیکھا کہ چند بیوقوف اور کچھ غرض منداچھی طرح جال میں پھنس گئے ہیں اور اب ان کے لیے فرار کا کوئی چارہ نہیں رہا تو اچانک یہ فرقہ اپنے اصلی خدوخال کے ساتھ ظاہر ہوگیا۔ بہت سے لوگ جو اس تحریک کے ساتھ ناواقفیت کی بنا پر وابستگی اختیار کیے ہوئے تھے اور جن کے سینے میں نور ایمان کی کوئی کرن باقی تھی، اس تحریک کو ایک مستقل مذہب کی صورت میں ڈھلتے دیکھ کر اپنی نادانی پر پریشانی کا اظہار کرکے چھوڑ گئے، اور بہت سے جاہل، فریب خوردہ اور خود غرض دین اسلام اور محمد عربی ﷺ سے رشتہ توڑ کر قادیانیت اور متنبّی ہندی سے رشتہ جوڑ بیٹھے، یعنی مسلمانوں کے انتہائی بنیادی اور لازمی عقیدہ ''عقیدۂ ختم نبوت'' پر ڈاکہ ڈالنے کی جسارت کی گئی۔

دعائے مغفرت

دارالحدیث راجووال کی انجمن کے صدر حاجی عبید اللہ ۸/ مارچ ۲۰۱۲ء کو انتقال کرگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

مرحوم باوجود دولت وتونگری کے بڑے نرم خو، نرم گو، فیاض، صف اوّل کے نمازی، عمل خیر میں دلچسپی رکھنے والے فعال قسم کے انسان تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کی حسنات قبول فرما کر سیئات سے صرفِ نظر فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے، آمین۔

شریک غم: محمد یوسف خادم راجووال

اک جواں ہمت مبلغ اسلام

حافظ ریاض احمد عاقب اثری، ملتان

محترم قارئین کی خدمت میں ایک خوش مزاج، خوش کلام، زندہ دل، بزلہ سنج عالمِ دین اور جوان ہمت مبلغِ اسلام کی داستانِ حیات کے چند واقعات پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں کہ جن کا عہدِ شباب اور عہدِ کہولت مسلکِ حق کے پرچار، ختم نبوت کے دفاع، جماعت اہلِ حدیث کی تنظیم، نفاذِ اسلام اور قرآن وسنت کی نشرو اشاعت میں گزر چکا اور گزر رہا ہے، میری مراد بابائے تبلیغ حضرت مولانا محمد عبداللہ گورداسپوری حفظہ اللہ کی شخصیت ہے جو پیرانہ سالی میں بھی صدائے حق بلند کرنے میں پیش پیش ہیں۔ الحمدللہ

ایک صدی پیشتر ۱۹۱۶ء کے قریب ضلع گورداسپور (انڈیا) میں پیدا ہونے والا یہ مردِ حق فاتح قادیان، شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ اور سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ کی تقاریر سے متاثر ہو کر عصری تعلیم ترک کر کے دینی تعلیم کی طرف راغب ہوا۔ وہ باذوق متعلّم جسے امام العصر حضرت مولانا ابراہیم میر سیالکوٹی رحمہ اللہ ایسے جلیل القدر عالمِ دین سے شرفِ تلمذ بھی حاصل ہوا۔ وہ خطیب لاثانی کہ جس نے ۱۹۳۷ء میں خطابت کے وسیع وعریض میدان میں ایسا قدم رکھا کہ آج (۲۰۱۲ء) میں بھی اسی ہمت وحوصلہ اور صبر واستقامت سے فریضہ تبلیغ ادا کر رہا ہے۔ وہ خود بوڑھا ہے لیکن اُس کا عزم آج بھی جواں ہے۔ وہ مردِ حق کہ جس نے ختم نبوت کا ہر محاذ پر بھرپور دفاع کیا۔

وہ عظیم شخصیت جس نے اپنی آنکھوں سے پاکستان بنتے بھی دیکھا اور تحریکِ پاکستان میں بھی بھرپور حصہ لیا۔ اس جواں ہمت مبلغِ اسلام کا شماران داعیان حق اور ارباب حق وصلاح میں ہوتا ہے جن کی زندگی کا مقصد دعوت حق کی نشرواشاعت اور اصلاحِ معاشرہ ہے۔

اس جواں ہمت مبلغِ اسلام کو یہ بھی امتیاز حاصل ہے کہ ۱۹۴۹ء میں بورے والا کی ایک چھوٹی سی مسجد میں قدم رکھا اور ۶۳ سال ایک ہی جگہ گزار دیے۔

مولانا گورداسپوری بورے والا جماعت کی دعوت پر جب تشریف لائے تھے تو چبوترہ نما ایک چھوٹی سی مسجد میں دعوت وتبلیغ کا آغاز فرمایا تھا۔ رفتہ رفتہ دعوت کا دائرہ وسیع تر ہوتا چلا گیا اور آج وہاں ایک شاندار مرکز اہلِ حدیث (مرکزی جامع مسجد اہلِ حدیث E بلاک) کے نام سے آباد ہے۔ یہ سب مولائے کریم کا فضل وکرم اور اس جواں ہمت مبلغِ اسلام کی استقامت اور ثبات کا نتیجہ ہے۔ اور اُن کے پوتے محمد سہیل گورداسپوری کے مطابق اب بورے والا شہر میں اہلِ حدیث مساجد کی تعداد 40 سے بڑھ چکی ہے۔ (الحمدللہ)

اس جواں ہمت مبلغِ اسلام نے علم وحکمت اور عمل پیہم سے اپنی قابلیت کا سکہ اس انداز سے منوایا ہے کہ آج آپ کی عظمت وسطوت کے اپنے بھی قائل ہیں اور اغیار بھی، آپ کی ظریفانہ شخصیت کے اپنے بھی مداح ہیں اور غیر بھی۔

مولانا موصوف کبھی بھی خودغرضی، طمع ولالچ، تنگ مزاجی، بے مروتی اور ریاکاری کا شکار نہیں ہوئے۔ آپ کی یہ روش ان تن آسان حضرات کے لیے چراغِ راہ ہے جو اس میدان کے راہی ہیں کہ وہ طمع ولالچ وغیرہ ایسی صفات ترک کر دیں تاکہ وہ اوجِ ثریا کی بلندیوں تک پہنچ سکیں۔

بابا جی عبداللہ گورداسپوری حفظہ اللہ سے راقم کی باقاعدہ ملاقات ۱۱/ جولائی ۲۰۱۰ء بمطابق رجب ۱۴۳۱ھ کو ہوئی۔ اگرچہ مرکزی جمعیت اہل حدیث کے اجلاس منعقدہ ''دی ایلما'' خانیوال روڈ ملتان میں مولانا

موصوف سے مصافحہ کرنے کا شرف اس سے قبل حاصل کر چکا تھا۔

ہوا یوں حسن اتفاق سے راقم کو بورے والا شادی کی تقریب کا دعوت نامہ ملا۔ میں نے اس موقع کو غنیمت جانتے ہوئے بورے والا جانے کا عزمِ مصمم کر لیا کہ اسی بہانے مبلغ اسلام مولانا محمد عبداللہ گورداسپوری حفظہ اللہ سے ملاقات بھی ہو جائے گی۔

ناچیز نمازِ عصر سے قبل مرکزی جامع مسجد اہل حدیث (ای بلاک) جا نکلا۔ جب مسجد میں پہنچا تو دیکھا مولانا ممدوح ایک چارپائی پر درویشانہ انداز میں محوِ استراحت ہیں۔ مولانا گرامی کو بیدار کرنا نا مناسب سمجھا۔ مسجد کے اندر جا کر تحیۃ المسجد ادا کر کے ایک طرف بیٹھ گیا۔ مولانا کسی آواز کا کھٹکا سُن کر جاگ اُٹھے۔ ناچیز کو انھوں نے بلایا۔ ان کی خدمتِ عالیہ میں ناکارہ حاضر ہوا اور مصافحہ کیا۔ مولانا کو اپنے آنے کا مدعا بیان کیا کہ ملاقات کی غرض سے ملتان سے آیا ہوں۔ وہ بہت خوش ہوئے اور پھر گفتگو کا اک سلسلہ چل نکلا۔

پاک و ہند کے علمائے اہلِ حدیث کا تذکرہ شروع ہو گیا۔ آپ کے طرزِ تکلم اور مزاح آمیز گفتار سے خوب محظوظ ہوا۔ جماعتی احباب سے شکوہ کر رہے تھے کہ انھوں نے علماء کرام کی قدر نہیں کی۔ اسی طرح خطباء کرام و علماء عظام سے بھی نالاں تھے کہ انھوں نے اپنا وقار خود خراب کیا ہے۔

شیر اسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری، امام العصر حضرت مولانا حافظ ابراہیم میر سیالکوٹی اور مولانا قاضی سلمان منصور پوری رحمہم اللہ علیہم وغیرہم ایسے جلیل القدر علمائے کرام کا تذکرہ احسن انداز سے فرما رہے تھے۔

نمازِ عصر راقم نے ان کے پاس مسجد میں ہی ادا کی۔ نماز کے بعد مولانا موصوف نے معمول کے مطابق درسِ قرآن و حدیث ارشاد فرمایا۔ بعد از درس مولانا موصوف اپنے حلقۂ احباب کو ناچیز کا تعارف کروانے لگے کہ یہ صاحب ملتان سے ملاقات کی غرض سے یہاں تشریف لائے ہیں۔ بعد ازاں راقم نے ان سے اجازت لی اور گھر کی طرف رختِ سفر باندھا۔

راقم کی مولانا ممدوح سے دوسری ملاقات ۵/نومبر ۲۰۱۰ء بمطابق ۲۷/ذی القعدہ ۱۴۳۱ھ اس وقت ہوئی جب وہ جامع مسجد رحمانیہ اہلِ حدیث احمد آباد ملتان میں درسِ قرآن کی غرض سے تشریف لائے۔ ان کے چھوٹے لختِ جگر محترم جناب زبیر احمد گورداسپوری اور صاحبِ ذوق پوتے محترم محمد سہیل گورداسپوری بھی ان کے ہم راہ تھے۔ راقم اپنے دوست محترم جناب مولانا عبدالرحیم ڈیروی کے ہمراہ احمد آباد جامع مسجد رحمانیہ پہنچا۔

مولانا عبداللہ گورداسپوری حفظہ اللہ نے تذکرہ علمائے اہلِ حدیث کے موضوع پر تقریر فرمائی۔ مولانا موصوف نے خطاب کے آغاز میں تین مرتبہ الحمدللہ پڑھا، بعد ازاں انھوں نے وضاحت فرمائی کہ انھوں نے تین مرتبہ الحمدللہ اس لیے پڑھا کہ ایک تو ۷۵ سال بیت چکے ہیں دین اسلام کی خدمت میں مصروف ہوں۔ دوسرا میرا ملتان شہر سے ۸۰ سالہ پرانہ تعلق ہے۔ تیسرا آپ لوگوں نے ایک بار پھر مجھے ملتان شہر کی اس جامع مسجد کے اندر خطاب کرنے کی دعوت دے کر لب کشائی کا موقع دیا۔

مولانا گورداسپوری حفظہ اللہ نے اس خطاب میں عہدِ رفتہ کے علمائے اہلِ حدیث کی خدمات جلیلہ اور مساعی حسنہ کا خوب تذکرہ فرمایا۔ مولانا موصوف نے دورانِ تقریر واضح کیا کہ ملتان شہر کو یہ شرف بھی حاصل ہے کہ یہاں تقسیم ہند سے قبل دو آل انڈیا اہلِ حدیث کانفرنسیں منعقد ہوئیں جن کی صدارت شیرِ اسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ نے فرمائی۔

قارئین کرام کے سامنے یہ وضاحت کرتا جاؤں کہ آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کا قیام مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ کی کاوشوں کا نتیجہ ہے۔ آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس کی تشکیل دسمبر ۱۹۰۶ء میں ہندوستان کے صوبہ بہار کے شہر آرہ میں کی گئی۔ اس کانفرنس کے پہلے صدر مولانا حافظ عبداللہ غازی پوری رحمہ اللہ اور ناظم اعلیٰ شیر پنجاب مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ منتخب ہوئے تھے اور اس کا مرکزی دفتر دہلی میں قائم کیا گیا تھا۔ آل انڈیا اہلِ حدیث کانفرنس کے تحت ہندوستان کے طول وعرض میں بہت سے سالانہ جلسے منعقد ہوئے جن کی تفصیل مولانا ابو یحییٰ امام خاں نوشہروی اور مولانا محمد اسحاق بھٹی کی

کتابوں میں دیکھی جا سکتی ہے۔

ملتان شہر میں ۱۸۳۸ھ بمطابق ۱۹۲۰ء اور ۱۳۴۷ھ بمطابق ۱۹۲۹ء دو کانفرنسیں منعقد ہوئیں۔ ہمارے ممدوح مولانا عبداللہ گورداسپوری نے نو عمری میں دوسری کانفرنس منعقدہ ۱۹۲۹ء میں بحیثیت ایک کارکن کے شرکت فرمائی تھی۔ وہ فرماتے ہیں: یہ کانفرنس مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ کی زیرِ صدارت منعقد ہوئی۔ اس میں جماعت اہلِ حدیث کے سرکردہ علماء کرام نے شرکت کی۔ میزبانی کا شرف مولانا عبدالحق محدث ملتانی رحمہ اللہ اور مولانا عبدالتواب محدث ملتانی وغیرہما رحمہما اللہ علماء کرام کو حاصل ہوا۔

مولانا گورداسپوری فرماتے ہیں: میرے اُستادِ گرامی مولانا ابراہیم میر سیالکوٹی رحمہ اللہ نے توحیدِ باری تعالیٰ کے موضوع پر تقریر کرنی تھی لیکن اچانک بارش شروع ہو گئی۔ اس موقع پر مولانا میر سیالکوٹی رحمہ اللہ نے رب کے حضور دست بدعا ہو کر گریہ زاری کی، بارش بند ہو گئی تو امام العصر میر سیالکوٹی رحمہ اللہ نے ایک گھنٹہ مسلسل توحیدِ ربانی پر خطاب فرمایا جس سے لوگ بہت متأثر ہوئے۔

مولانا میر سیالکوٹی رحمہ اللہ کی تقریر کے بعد فاتح قادیان شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ نے عیسائیوں سے کامیاب مناظرہ کیا۔ عیسائیوں نے بیرون ملک سے بھی اپنے پادری بُلا رکھے تھے لیکن کوئی بھی پادری مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ کا مقابلہ نہ کر سکا۔ اس مناظرے کے بعد کئی عیسائیوں نے اسلام قبول کیا۔

مولانا گورداسپوری حفظہ اللہ فرماتے ہیں:

''مولانا عبدالحق محدث ملتانی رحمہ اللہ نے مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ سے درخواست کی کہ یہ ہمارے جماعتی جناب خدا بخش ہیں اور ان کے ہاں اولاد نہیں ہے، ان کے حق میں دعا فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ ان کو نرینہ اولاد عطا فرمائے۔ مولانا امرتسری رحمہ اللہ نے رب ذوالجلال کے حضور دعا فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا کو شرفِ قبولیت سے نوازا۔ بعد میں خدا بخش رحمہ اللہ کو اللہ تعالیٰ نے ایک خوبصورت بیٹا عطا فرمایا۔

مولانا گورداسپوری نے مولانا عبدالحق رحمہ اللہ محدث ملتانی، مولانا عبدالتواب محدث ملتانی، مولانا ملک عبدالعزیز مناظر ملتانی اور مولانا عبدالرشید صدیقی وغیرہم رحمہم اللہ علمائے اہلِ حدیث ضلع ملتان کے بارے میں اچھے تأثرات کا اظہار فرمایا۔

مولانا گورداسپوری نے مزید فرمایا:

مولانا عبدالحق محدث ملتانی حدیث پڑھانے میں بہت ماہر تھے۔ فتویٰ نویسی میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ خطبہ جمعہ بڑے التزام و اہتمام سے ارشاد فرماتے تھے۔ جمعہ کے بعد عصر کی نماز تک درسِ قرآن ارشاد فرماتے تھے۔ دور دراز سے لوگ ان کا خطبہ سننے کے لیے تشریف لایا کرتے تھے۔

ملک عبدالعزیز ملتانی رحمہ اللہ کے بارے میں انھوں نے بتایا کہ وہ مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ کے خاص شاگردوں میں سے ایک تھے۔ وہ فرقِ باطلہ سے مناظرہ و مباحثہ کرنے کے بہت ماہر تھے۔

بابا جی فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک قادیانی سے میرا مناظرہ ہوا۔ قادیانی نے کہا کہ تم لوگ کہتے ہو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمانوں پر زندہ ہیں اگر وہ زندہ ہیں تو وہ کھانا کہاں سے کھاتے ہیں؟ میں نے فوراً کہا کہ جناب عیسیٰ علیہ السلام اس ماں کے بیٹے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ زمین پر بے موسم پھل اور انگور عطا کیا کرتے تھے اور اب اگر وہ خود اللہ تعالیٰ کے ہاں مہمان بن کر گئے ہیں تو کیا وہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو کھانا اور پھل عطا کرنے پر قادر نہیں ہیں۔ یہ بات سن کر وہ قادیانی لاجواب ہو گیا۔

اپنے خطاب کے آخر میں انھوں نے اربابِ اقتدار پر زور دیا کہ قرآن و سنت کا نظام قائم کرو اگر اس ملک میں امن و سلامتی چاہتے ہو۔ انھوں نے واضح کیا کہ سعودی عرب کی حکومت ایک آئیڈیل حکومت ہے۔ وہاں قرآن و سنت کا نظام قائم ہے۔ حدود اللہ کے نفاذ کی برکت سے وہاں کی وادیاں، پہاڑ، جنگل، ویرانے، شہر، گاؤں اور سڑکیں اغوا، قتل وغارت، ڈکیتی، چوری، زنا کاری اور غنڈہ گردی سے محفوظ ہیں۔

لیکن یہاں پر ظلم و ستم، ڈاکے، چوریاں، قتل، آبرو ریزی، غنڈہ گردی، چور بازاری، فحاشی و عریانی اور بدکاری کی وارداتیں معمول بن گئی ہیں۔

راگ رنگ، مجرے، ناؤ نوش کی مجلس آرائیاں ہر بڑے چھوٹے شہر میں بامِ عروج تک پہنچ چکی ہیں۔ جہاں کوئی قانون ہے اور نہ کوئی ضابطہ، ہر کوئی شُتر بے مہار کی طرح دندناتا پھرتا ہے۔

خطاب کے بعد مولانا محترم کے ساتھ طویل مجلس رہی۔ وہ عہدِ رفتہ کے واقعات، آپ بیتیاں اور قصے بڑے مزاحیہ انداز میں بیان فرما رہے تھے۔ پیرانہ سالی کی باوجود مولانا ممدوح کا حافظہ بڑا قوی ہے۔ مجھے دیکھ کر فرمانے لگے میں مولانا یوسف صاحب آف راجووال حفظہ اللہ کے ہاں اُن کی بیٹی کی وفات کی تعزیت کے لیے جا رہا تھا کیونکہ مولانا یوسف صاحب آف راجووال کی بیٹی، میرے بہت ہی محترم اور بیٹوں جیسے عزیز حافظ عبدالستار حماد آف میاں چنوں کی اہلیہ تھیں۔ مولانا نے کہا کہ میں نے سوچا کہ اس کی تعزیت کے لیے مولانا یوسف صاحب آف راجووال کے پاس ہی جانا چاہیے۔ راجووال جاتے ہوئے راستے میں حجرہ مقیم شاہ میں مولانا ابراہیم خلیل سے ملاقات کے لیے چلا گیا۔ وہ مل کر بہت خوش ہوئے اور دوپہر کا کھانا وہاں ہی کھایا۔ مولانا ابراہیم خلیل صاحب کے پاس آپ کی کتاب مولانا عبدالتواب محدث ملتانی رحمہ اللہ دیکھی تو میں نے ان سے لے لی اور ساری کتاب پڑھ بھی لی ہے۔ آپ نے بہت اچھا کیا کہ ان کی حالات و خدمات کو یکجا کر دیا ہے، اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے۔ (آمین)

مولانا کی اس محفل ذیشان میں مولانا عبدالرحمٰن شاہین، مولانا یٰسین شاد، مولانا ابراہیم خان صاحب بھی تشریف فرما تھے۔ اس موقع پر مولانا ابراہیم خان صاحب بابا جی عبداللہ گورداسپوری کے ہاتھ پاؤں دبانے لگے تو بابائے تبلیغ کے منہ سے نکلا:

"یا إبراهیم أعرض عن هذا."

اس برمحل آیت سے محفل کُشت زعفران کا منظر پیش کرنے لگی۔ رات گئے تک یہ مجلس قائم رہی۔ بابا جی میرِ مجلس کی حیثیت سے محفل پر چھائے رہے۔

بلا شبہ محترم المقام مبلغ اسلام بابائے تبلیغ حضرت مولانا محمد عبداللہ گورداسپوری حفظہ اللہ برصغیر پاک و ہند کے قافلہ اہل حدیث کی وہ آخری نشانی ہیں جن کی تبلیغی و تنظیمی مساعی جمیلہ اور خدماتِ جلیلہ قابل قدر ہیں۔

برصغیر پاک و ہند میں اہلِ حدیث کی تاریخ رقم کرنے والا جب بھی ان کی خدمات پر قلم رواں کرئے گا تو انھیں بابائے تبلیغ اور مبلغ اسلام کے القاب سے خراجِ تحسین پیش کرنے کی سعادت حاصل کرے گا۔ (ان شاء اللہ)

شبہ محترم المقام مبلغ اسلام بابائے تبلیغ حضرت مولانا محمد عبداللہ گورداسپوری حفظہ اللہ اپنی حیاتِ مستعار کی ۹۶ منازل طے کر رہے ہیں لیکن الحمدللہ ثم الحمدللہ اب بھی میدان خطابت میں حلاوت وطراوت اور ظرافت و لطافت سے سامعین کرام کے دلوں کو مسحور کرتے ہوئے دیکھائی دیتے ہیں۔ مولانا موصوف کے لیے صدقہ جاریہ آپ کے لخت جگر گرامی قدر ڈاکٹر محمد سلیمان اظہر حفظہ اللہ (المعروف ڈاکٹر بہاء الدین) کی شخصیت ہمارے سامنے موجود ہے جو دیارِ مغرب میں بیٹھ کر جہاد بالقلم کا فریضہ ادا کر رہے ہیں۔ جن کے رواں قلم سے اب تک تحریک ختم نبوت کی ۱۳ جلدیں منظر عام پر آ چکی ہیں اور جلدی ہی ۱۴، ۱۵ جلد آپ کے سامنے ہوگی ان شاء اللہ۔ اور ڈاکٹر صاحب کی دوسری کتاب ''تاریخ اہل حدیث'' کی پہلی جلد مکتبہ اسلامیہ لاہور والوں کی طرف سے شائع ہو کر دادِ تحسین حاصل کر رہی ہے، اور انشاء اللہ دوسری جلد بھی عنقریب منظر عام پر آ جائے گی (انشاء اللہ) الحمد للہ علیٰ ذالک۔

ڈاکٹر صاحب کی تصنیفات ای بک (E.Book) کی صورت میں معروف دینی ویب سائٹ www.ircpk.com پر موجود ہیں۔

آخر میں ہم ربِ ذوالجلال کے حضور دست بدعا ہیں کہ وہ ہمارے ممدوح، محترم المقام، مبلغ اسلام، بابائے تبلیغ حضرت مولانا محمد عبداللہ گورداسپوری حفظہ اللہ اور ڈاکٹر محمد سلیمان اظہر حفظہ اللہ کو صحت کاملہ والی لمبی زندگی عطا فرمائے، تاکہ وہ آخری دم تک صدائے حق تقریر وتحریر کے ذریعے اطرافِ عالم میں بلند فرماتے رہیں۔ (آمین)

مشاہدات

تقریب رونمائی ''تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی''

ملک عصمت اللہ

گزشتہ ماہ (مارچ) کی گیارہ تاریخ تھی اور اتوار کا دن۔ مؤرخ اہل حدیث مولانا محمد اسحاق بھٹی ﷾ کی تازہ ترین تالیف ''تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی ؒ'' کی تقریب رونمائی مولانا غلام رسول کے گاؤں قلعہ میہاں سنگھ (ضلع گوجرانوالہ) میں ان کی مسجد کے وسیع وعریض صحن میں منعقد ہو رہی تھی۔ قلعہ میہاں سنگھ اور مضافات، گوجرانوالہ شہر، وزیر آباد، سوہدرہ، منڈی وار برٹن اور دیگر شہروں سے اس تقریب میں شرکت کے لیے مہمانوں اور قافلوں کی آمد صبح صبح شروع ہوگئی تھی۔ بیس بائیس افراد پر مشتمل ایک قافلہ لاہور سے بھی وہاں پہنچا۔ کارکنان نے مہمانوں کی آمد پر ان کا بھرپور استقبال کیا۔ اکثر شرکاء موٹر سائیکلوں اور گاڑیوں پر تشریف لائے تھے، اس لیے پارکنگ سٹینڈ بنا کر ان پر بینرز لگا کر تشریف لانے والوں کی راہنمائی کی گئی تھی۔ صفائی ستھرائی کا اعلیٰ انتظام تھا۔ انتظام وانصرام کے لحاظ سے یہ ایک مثالی تقریب تھی۔

ساڑھے دس بجے تقریب کا باقاعدہ آغاز تلاوت قرآنِ مجید سے ہوا۔ حافظ نجم الثاقب نے سٹیج سیکرٹری کے فرائض انجام دیے۔ حافظ عبداللہ عزام نے نعت رسول مقبول سنائی۔ تقریب کے صدر (راقم الحروف) کو خطبہ استقبالیہ کی دعوت دی گئی۔ دعوت قبول کرتے ہوئے راقم نے اپنے خطاب میں کہا کہ

وہ حضرت مولانا غلام رسول ؒ کی سیرت وسوانح کے بارے میں کچھ نہیں کہیں گے کیونکہ وہ بزرگ تھے اور بزرگوں کا تذکرہ بزرگوں کی زبان ہی سے اچھا لگتا ہے، اس لیے ان کا تذکرہ تشریف لانے والے بزرگوں پر چھوڑتا ہوں۔ انھوں نے اپنے تایا جان مولانا محمد اشرف صاحب کی ایک تحریر کے حوالے سے کہا کہ ولی اللہ لوگ کسی ایک فرقے کی میراث نہیں ہوتے بلکہ سب ان کے ہوتے ہیں اور وہ سب کے ہوتے ہیں۔ انھوں نے کہا کہ اس کی عملی تفسیر آج وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ اس تقریب میں اہل حدیث، دیوبند اور بریلوی سب شریک ہیں۔ انھوں نے کتاب کے مؤلف مولانا محمد اسحٰق بھٹی ﷾ کو اس کتاب کی تالیف پر بھرپور خراج تحسین پیش کیا۔ اور تقریب میں شمولیت کے لیے تشریف لانے والوں کا شکریہ ادا کیا۔

مولانا محمد اسحٰق بھٹی ﷾ نے اپنے خطاب میں قرآنِ مجید کی ایک آیت کے حوالے سے فرمایا: اللہ نے حکم دے رکھا ہے کہ تم دعا کرو میں قبول کروں گا اور وہ کرتا بھی ہے۔ بعض لوگوں کی دعائیں قبول نہیں ہوتیں تو وہ سمجھ لیتے ہیں کہ ہماری دعائیں قبول نہیں ہوتیں تو کسی کی بھی نہیں ہوتیں، اس لیے وہ اولیاء اللہ کی کرامات کا انکار کردیتے ہیں۔ دعا کی قبولیت کے حوالے سے انھوں نے حضرت مولانا غلام رسول ؒ کی دعا کی قبولیت کے کئی واقعات سنائے۔

دریں اثناء امیر المجاہدین صوفی محمد عبداللہ ؒ صاحب ماموں کانجن کے جانشین صوفی عائش محمد، جامعہ سلفیہ فیصل آباد کے شیخ الحدیث حافظ مسعود عالم، استاذ الحدیث مولانا عبدالعزیز علوی صاحبان تشریف لے آئے تھے۔ اس لیے حافظ مسعود عالم صاحب کو دعوت خطاب دی گئی۔ انھوں نے اولیاء اللہ کے اوصاف بیان فرمائے اور اخلاف کو ان کے نقش قدم پر چلنے کی نصیحت فرمائی۔

سیّد نفیس الحسینی شاہ صاحب کے خلیفہ مجاز حضرت مولانا محمد اشرف صاحب نے سیّد احمد شہید بریلوی، شاہ اسمٰعیل شہید اور ان کی تحریک مجاہدین کی تاریخ نہایت اختصار سے بیان فرمائی۔ اس کے حوالے سے حضرت مولانا غلام رسول ؒ کی سیرت پر روشنی ڈالی۔

ظہر کی نماز کا وقت ہوا چاہتا تھا اس لیے پہلی نشست کے اختتام کا اعلان کر دیا گیا۔

نماز ظہر کے بعد دوسری نشست کا آغاز قاری عبدالحسیب متعلّم جامعہ سلفیہ فیصل آباد کی قرآنِ مجید کی تلاوت سے ہوا۔ جناب حاجی محمد سعید صاحب نے حضرت مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کی شہرہ آفاق نظم ''نصیحت نامہ'' ترنم کے ساتھ سنائی۔ مسجد مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کے موجودہ خطیب حافظ حمید اللہ صاحب نے تینوں ...... قلعوی، غزنویہ اور لکھوی ...... خاندانوں کے پس منظر اور باہمی تعلقات پر روشنی ڈالی۔ جامعہ سلفیہ کے استاذ الحدیث مولانا عبدالعزیز علوی نے خطاب فرمایا۔ انھوں نے قلعوی خاندان کے ساتھ اپنے یک گونہ تعلق کو باعث سعادت قرار دیا اور اس پر نہایت مسرت کا اظہار فرمایا کہ قلعوی خاندان کا ایک فرد (حافظ عبدالحسیب) ان سے بخاری شریف کا درس لے رہا ہے۔

تقریب اپنے جوبن پر تھی۔ خاندان غزنویہ کے چشم و چراغ حضرت سیّد جنید غزنوی حفظہ اللہ تشریف لا چکے تھے۔ وہ سٹیج پر تشریف لائے اور نہایت پر مغز علمی اور اصلاحی خطاب فرمایا۔ انھوں نے فرمایا کہ اولیاء اللہ کی شخصیات کو نظر انداز کر کے ہدایت کا ملنا محال ہے۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کی صحبت میں رہ کر آدمی کا تزکیہ ہوتا ہے۔ اولیاء اللہ کی شناخت اور پہچان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کامل اتباع ہے جو رسول اللہ کا تابع نہیں وہ شیطان ہے۔

سب سے آخر میں خاندان لکھویہ کے گل سر سبد جناب ڈاکٹر حماد لکھوی صاحب کا خطاب تھا۔ ڈاکٹر صاحب نے اپنے خطاب کے آغاز میں فرمایا کہ حضرت مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کا تعارف انھیں بچپن میں اس وقت حاصل ہوا تھا جب ان کا نصیحت نامہ انھوں نے اپنے والد کے رجسٹر میں لکھا دیکھا اور وہ اسے اپنے بچپن میں گلیوں میں چلتے ہوئے گایا کرتے تھے۔ انھوں نے مولانا محمد اسحٰق بھٹی کے ایک فقرے کو بالائے فہم قرار دیتے ہوئے کہا کہ شاید یہ بھی مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کی کرامت ہے جو بات انھوں نے آج تک نہیں بتائی وہ اس تقریب میں بتا رہے ہیں کہ مدینہ منورہ میں کثرت درود کے سبب انھیں بھی خواب میں رسول اللہ کی زیارت کا شرف حاصل ہوا ہے۔ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے کرامات حاصل ہوتیں تو انھیں بھی حاصل ہوتیں لیکن اس کا سبب کچھ اور ہے۔ انھوں نے فرمایا: دل زنگ آلود ہو جایا کرتے ہیں اور ان کی جلا قرآنِ مجید کی تلاوت اور موت کو ہر دم یاد رکھنا ہے۔ مولانا غلام رسول رحمہ اللہ ہر وقت موت کو یاد رکھا کرتے تھے اس لیے ہر نظم، ہر شعر اور ہر نصیحت کی تان موت کے ذکر پر ٹوٹی تھی جب دل صاف ہو تو انوارِ الٰہی کا نزول ہوا کرتا ہے۔

آخر میں مہمانانِ گرامی کو کھانا کھلایا گیا اور یوں یہ تقریب سعید اپنے اختتام کو پہنچی۔

بقیہ: تفسیر سورۂ یٰسٓ

حسن ظن ہے جبکہ بدشگونی میں بلاوجہ اللہ تعالیٰ سے بدگمانی کا عنصر شامل ہوتا ہے۔ بدشگونی سے متعلقہ دیگر احادیث کے لیے مشکاۃ ''باب الفال والطیرۃ'' ملاحظہ فرمائیں۔ اس کے تمام پہلوؤں پر بحث کا یہ مقام نہیں ہے۔

﴿اَئِنْ ذُكِّرْتُمْ﴾ یہ جو تم الزام تراشی کر رہے ہو اور ہمیں مستوجب سزا قرار دے رہے ہو تو کیا ہماری نصیحت اور ہماری صداقت پر براہین کے باوجود بھی تمھارا یہی فیصلہ رہے گا۔ (رازی)

اس کا دوسرا مفہوم یہ بھی ہے کہ کیا اس بات پر کہ تمھیں نصیحت کی اور تمھیں صحیح اور غلط سے خبردار کیا، اس کی جزا یہ ہے کہ تم قتل کی دھمکی دے رہے ہو اور اپنی نحوست ہمارے سر ڈال رہے ہو؟ بلکہ امر واقع یہ ہے کہ تم حد سے بڑھنے والے ہو کہ وعظ و نصیحت کا بدلہ سخت سزا اور رجم و سنگسار قرار دیتے ہو۔ اور عین طریقہ سعادت کو نحوست سمجھتے ہو۔

فہرست اردو کتب

محمد عطاء اللہ حنیف لائبریری

دارالدعوۃ السّلفیہ، لاہور

۲۹۷۔۴۱۸ء علامہ نواب والا جاہ صدیق حسن خاں حسینی بخاری

ص۵۳ا اتباع سنت اور اجتناب بدعت کی اسلامی دعوت، ص:۲۰۵۔ مکتبہ الفہیم، مئوناتھ بھنجن، یو۔ پی۔

۲۹۷۔۴۱۸ء عبداللہ بن ظہیر بن ابراہیم

ظ ۸۱م ماہِ شعبان: فضائل، اعمال اور بدعات، ص:۱۷۔ دار المتقین قذافی پارک، گلشن راوی، لاہور۔

۲۹۷۔۴۱۸ء عمر فاروق سلفی

ع ۲۴ا اتباع سنت، ص:۱۴۴۔ دار الکتب السّلفیہ، لاہور۔

۲۹۷۔۴۱۸ء حافظ عبدالغنی آل حسن

ع ۴۶ا اطاعت نبی ضروری ہے یا جشن میلاد، ص:۸۔ ادارہ تبلیغ کلیۃ القرآن والحدیث، ڈیرہ غازی خان۔

۲۹۷۔۴۱۸ء ام عبدمنیب

ع ۵۳۶ ب بدعت کیا ہے؟ ص:۵۶۔ مشربہ علم وحکمت، لاہور۔

۲۹۷۔۴۱۸ء مولانا محمد صفدر عثمانی

ع ۶۳ ب بریلوی شکوک وشبہات کا تحقیقی جائزہ، ص:۳۰۔ ادارہ تحقیقات عثمانیہ اہل حدیث، گوجرانوالہ۔

۲۹۷۔۴۱۸ء ڈاکٹر علی بن نفیع العلیانی

ع ۹۲۲ ج جائز اور ناجائز تبرک، ص:۹۲۔ مکتبہ السنہ، کراچی۔

۲۹۷۔۴۱۸ء مفتی عبیداللہ خاں عفیف

ع ۸۵۵ ج جشن عید میلاد النبی کتاب وسنت کی روشنی میں، ص:۵۶۔ قاضی احسان الحق عباسی، جامع مسجد تطہیر الاسلام اہل حدیث، فیصل آباد۔

۲۹۷۔۴۱۸ء دکتور محمد ظفیر احمد

ا۲۹۵ ز زبان کی آفتیں اور بچنے کی تدابیر، ص:۱۱۲۔ الدار السّلفیہ، بمبئی۔

۲۹۷۔۴۱۸ء عبدالرشید بن عبدالرحمٰن

ع ۳۶۵ا اللہ کے ہاں حرام، بندوں کے ہاں آسان

۲۹۷۔۴۱۸ء مولانا کرم الدین السّلفی

ک۴۳ع عید میلاد النبی کی شرعی حیثیت، ص:۴۰۔ ادارہ تبلیغ القرآن والسنہ، لاہور۔

۲۹۷۔۴۱۸ء مولانا کرم الدین السّلفی

ک۴۳ و ولادت با سعادت اور عید میلاد النبی کی شرعی حیثیت، ص:۲۴۔ ادارہ تبلیغ جمعیت اہل حدیث، جام پور۔

۲۹۷۔۴۱۸ء مولانا عبداللہ محدث روپڑی

ع ۵۸ ر ردّ بدعات، ص:۱۲۸۔ ادارہ تبلیغ الاسلام اہل حدیث، جام پور۔

۲۹۷۔۴۱۸ء امام محمد بن علی شوکانی

ش ۶۸ ش شرح الصدور فی تحریم رفع القبور، ص:۴۸۔ مرکز الدعوۃ الاسلامیہ، حمد پورہ، اوکاڑا۔

۲۹۷۔۴۱۸ء سیّد عبدالرؤوف

ع ۲۷ص صدق اللہ العظیم، علماء اور قراء کے لیے لمحہ فکریہ، ص: ۶۸۔ المرکز العربی، ۵سی ۲/۲۰ ناظم آباد، کراچی۔

۲۹۷۔۴۱۸ء حافظ عبدالرحمٰن

ع ۳۴ ر رحمانی مہدی، ص: ۱۳۶۔ رحمانی سکول نمبر۴/۷، جے بلاک، ماڈل ٹاؤن، لاہور۔

۲۹۷۔۴۱۸ء عبدالعزیز بن باز

ع ۴۱ ع عید میلاد النبی کی شرعی حیثیت، ص:۱۶۔ ادارہ تبلیغ جمعیہ، جام پور۔
۴۱۸ء ۲۹۷ پروفیسر حافظ محمد عبداللہ بہاولپوری
ع ۵۸ م مسئلہ سماع موتی یعنی کیا مردے سنتے ہیں؟ ص:۶۴۔ ادارہ تبلیغ اسلام، جام پور، ضلع راجن پور۔
۴۱۸ء ۲۹۷ مولانا قاری عبدالرشید
ع ۳۶۵ م مروّجہ محفل میلاد، ص:۷۲۔ انجمن ارشاد المسلمین، مزنگ، لاہور۔
۴۱۸ء ۲۹۷ عبدالخالق السندی
ع ۴۱۲ و ومانھاکھم عنه فانتھوا، ص:۶۳۔ انس بن مالک جہانگیر روڈ۔
۴۱۸ء ۲۹۷ حکیم محمد علی (مجموعہ ۱۵ کتب)
ع ۹۲ خ خوان یغما، ص:۲۰۔
۲۔ شرح محمدی بنام حق المیزان، ص:۳۲۔
۳۔ مجموعہ واعظ، خدا بخش، ص:۴۸۔
۴۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، بیف برہانی برگردن دیانی، ص:۱۶۔
۵۔ الفصل الخطاب لرد المسیح الکذاب، مولوی خدا بخش، ص:۴۰۔
۶۔ دوسی حرفیا نام چودیں صدیدا جھوٹا مسیح تیرا یدا نام، سی حرفی، مولوی محمد سعد اللہ صاحب، ص:۸۔
۷۔ نعت علیہ السلام، محمد علی عفی، ص:۴۔
۸۔ حکایت طوطیاں بزبان پنجابی، مولانا روم، ص:۸۔
۹۔ نصیحت نام، مولانا محمد علی، ص:۱۶۔
۱۰۔ کل نفس ذائقۃ الموت، میاں جان، ص:۱۶۔
۱۱۔ تفسیر قرآن در ہندی زبان، ص:۸۔
۱۲۔ واعظ المسلمین، ص:۸۔
۱۳۔ قصہ
۱۴۔ دعا سریانی، ص:۱۶۔
۱۵۔ نماز بامعنی، غلام رسول صاحب، ص:۱۶۔
۴۱۸ء ۲۹۷ ابومحمد بدیع الدین الراشدی
ر ۲۸ ف قرآن خوانی کی شرعی حیثیت (فتویٰ)، ص:۵۶۔ مکتبہ نور حرم، گلشن اقبال، کراچی۔
۴۱۸ء ۲۹۷ حافظ زبیر علی زئی
ز ۳۵۴ ع عبادات میں بدعات، ص:۳۲۰۔ مکتبہ قدوسیہ، لاہور۔
۴۱۸ء ۲۹۷ حافظ عبدالغنی آل حسن
ع ۴۶ ح حکم حقانی در مسئلہ تیجہ، چہلم وقل خوانی، ص:۸۔ حافظ عبدالغنی آلِ حسن، ناظم ادارہ تبلیغ کلیۃ القرآن والحدیث، ڈیرہ غازی خان۔
۴۱۸ء ۲۹۷ عبدالوارث ساجد
۵۴۱ ا اپریل فول، ص:۹۴۔ صبح روشن، لاہور۔
۴۱۸ء ۲۹۷ فضل الرحمٰن صدیقی
ف ۶۹۴ ج جشن وجلوس عید میلاد النبی، غلو فی الدین، ص:۷۵۔ وحدت پبلی کیشنز، مانچسٹر، برطانیہ۔
۴۱۸ء ۲۹۷ مولانا سیف الرحمٰن الفلاح
ف ۸۴۳ ا ایصالِ ثواب، ص:۱۶۔ مرکز دعوت اسلامیہ اہل حدیث، صدر پورہ، اوکاڑا، پاکستان۔
۴۱۸ء ۲۹۷ فضل الرحمٰن صدیقی
ف ۶۹۴ ج جشن وجلوس عید میلاد النبی، غلو فی الدین، ص:۷۵۔ مکتبہ عزیزیہ، مرکز نداء الاسلام شیر گڑھ، رینالہ خورد، ضلع اوکاڑا۔
۴۱۸ء ۲۹۷ پروفیسر محمد فرمان ایم۔اے (مجموعہ ۳ کتب)
ف ۵۰۱ ر ردّ بدعت امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی کی تعلیمات کی روشنی میں، ص:۹۶۔ مکتبہ تجلی، دیوبند۔
۲۔ آداب زیارت قبور، مولانا محمد اسماعیل شہید، مولانا محمد سلطان، ص:۴۶۔ المکتبۃ السّلفیہ، لاہور۔

۳۔ زیارۃ القبور، حضرت مولانا شہاب الدین، ص:۶۴۔ مجلس سیرت پاک، جامع مسجد چوبرجی پارک، لاہور۔

۲۹۷ء۴۱۸ مولانا فضل الرحمٰن بن محمد

ف۶۹۴ر رجب کے کونڈے، ص: ۱۵۔ دارالدعوۃ السّلفیہ، لاہور۔ (تعداد نسخ:۴)

۲۹۷ء۴۱۸ مولانا فضل الرحمٰن بن محمد

ف۶۹۴آ آخری چہار شنبہ کی تاریخی حقیقت، ص:۷۔ دارالدعوۃ السّلفیہ، لاہور۔

۲۹۷ء۴۱۸ محمد جمال الدین القاسمی

ق۳۰۴ا اصلاح المساجد من البدع والعوائد، ص:۳۱۹۔ الدار السّلفیہ، حامد بلڈنگ، مونس پورہ، بمبئی۔

۲۹۷ء۴۱۸ امام ابوبکر ابن قیم الجوزیہ دمشقی

ق۷۸ق قبر پرستی کے فروغ کے لیے شیطان کی ہوش ربا تدبیریں، ص:۹۱۔ دارالمعارف السّلفیہ، ریلوے روڈ، حویلی لکھا، ضلع اوکاڑا۔

۲۹۷ء۴۱۸ مولانا محمد اکرم السّلفی

ک۴۳ع عید میلاد النبی کی شرعی حیثیت، ص:۴۰۔ ادارہ تبلیغ اسلام، جام پور، ضلع راجن پور۔

۲۹۷ء۴۱۸ ایک محقق کے قلم سے

مسئلہ سماع موتی، یعنی کیا مردے سنتے ہیں؟ ص:۶۴۔ ادارہ تبلیغ جمیعت اہل حدیث، جام پور، ضلع ڈیرہ غازی خان۔

۲۹۷ء۴۱۸ فضیلۃ الشیخ صالح بن فوزان الفوزان

ف ۷۷۸ب بدعت اور اس کی اقسام، ص:۳۲۔ عبداللہ حنیف پبلشرز اینڈ ڈسٹری بیوٹرز، ملتان۔

۲۹۷ء۴۱۸ ماہر القادری

م۷اب بدعت کیا ہے؟ ص:۲۶۹، ادارہ اسلامیات، انارکلی، لاہور۔

۲۹۷ء۴۱۸ محمد گوندلوی (مجموعہ۱۲ کتب)

م۲۸۱ا اہداء ثواب، ص:۵۰۔ حافظ محمد مہتمم ومدرس جامعہ اسلامیہ اہل حدیث، گوجرانوالہ۔

۲۔ سنت خیر الانام درسہ وتربیک سلام، شیخ الحدیث مولانا حافظ محمد صاحب گوندلوی، ص:۵۷۔ فضل حق ہاشمی السّلفی، یاروخیال، میانوالی۔

۳۔ صلاۃ الرسول، سید اقتدار احمد سہسوانی، ص:۵۶۔ مکتبہ سعیدیہ، خانیوال، ضلع ملتان۔

۴۔ صلو کما رأیتمونی أصلي، عبدالعزیز بن محمد النورستانی، ص:۵۶۔

۵۔ سورۃ الفاتحہ خلف الامام، کرم الدین السّلفی، ص:۸۔ جامع مسجد بیت السلام، عزیز آباد، کراچی۔

۶۔ شیخی شیخ القرآن وصاحب پنج پیر اور احادیث رفع الیدین، عبدالعزیز بن محمد نورستانی، ص:۳۲۔ چھوٹی مسجد، غرباء اہل حدیث، کراچی۔

۷۔ التبیان لمکتوب شیخ القرآن، ص:۲۴۔ عبدالعزیز بن محمد النورستانی۔

۸۔ زبان سے نیت کرنا، نماز میں ہاتھ باندھنے کا محل، پاؤں سے پاؤں ملانا۔ مولانا کرم الدین السّلفی، ص:۱۶۔ ناظم جامع مسجد بیت السلام، عزیز آباد، کراچی

۹۔ لواء المجد فی اہل النجد، عبدالعزیز بن محمد نورستانی، ص:۹۶۔ بحر العلوم سعودیہ، علامہ یوسف کلکتوی روڈ، عامل سٹریٹ، کراچی۔

۱۰۔ نصیحت وتنبیہ علی مسائل فی النکاح مخالفۃ للشرع، فضیلۃ الشیخ عبدالعزیز بن باز، ص:۷۔ س،ن۔

۱۱۔ تعلیم الزکاۃ، مولانا حافظ محمد اسحاق لاہوری، ص:۸۰۔ ادارہ اشاعۃ السنہ، لاہور۔

۱۲۔ تعلیم الحج، مولانا حافظ محمد اسحاق لاہوری، ص:۴۷۔

ادارہ اشاعۃ السنہ، لاہور۔

۲۹۷ ء۴۱۸ علامہ حافظ مصلح الدین اعظمی

م۶۴۸ ب بدعت وسنت میں فرق، ص:۱۶۔ سلفیہ مسلم ایجوکیشنل اینڈ ریسرچ ٹرسٹ، جموں وکشمیر، سری نگر، کشمیر۔

۲۹۷ ء۴۱۸ مولانا حافظ مہر محمد میانوالوی

م۸۹ ح حرمت ماتم اور تعلیمات اہل بیت، ص:۸۰۔ مکتبہ عثمانیہ نور باوانمبرا، گوجرانوالہ۔ تھمے والی، ضلع میانوالی۔

۲۹۷ ء۴۱۸ حافظ مبشر حسین لاہوری

م۱۸۹ ش شیخ عبدالقادر جیلانی اور موجودہ مسلمان، ص:۱۰۴۔ مبشر اکیڈمی، لاہور۔

۲۹۷ ء۴۱۸ مختار احمد ندوی

م۵۹ ق قرآن خوانی اور ایصالِ ثواب، ص:۶۰۔ ادارہ تبلیغ اسلام، ضلع راجن پور۔

۲۹۷ ء۴۱۸ مختار احمد ندوی

م۵۹ ق قرآن خوانی اور ایصالِ ثواب، ص:۶۳۔ النور اکیڈمی، سرگودھا۔

۲۹۷ ء۴۱۸ مختار احمد ندوی

م۵۹ ق قرآن خوانی اور ایصالِ ثواب، ص:۶۳۔ دارالدعوۃ السّلفیہ، لاہور۔

۲۹۷ ء۴۱۸ مولانا ابوالمظفر ظفر احمد قادری

ق۲۵ ا ایصالِ ثواب وموت وما بعد الموت، ص:۴۸۔ مکتبہ قادریہ، لاہور۔

۲۹۷ ء۴۱۸ حضرت مولانا محمد جوناگڑھی

م۳۸۴ م محمدیات، ص:۱۱۷۔ مکتبہ محمدیہ، چیچہ وطنی، ساہیوال۔

۲۹۷ ء۴۱۸ پروفیسر نور محمد چودھری

ن۸۷ ح حقیقت رسم گیارھویں، ص:۲۳۰۔ فیض اللہ اکیڈمی، لاہور۔

۲۹۷ ء۴۱۸ حافظ صلاح الدین یوسف

ی۷۷ م مسئلہ رؤیت ہلال اور ۱۲ اسلامی مہینے، ص:۳۹۸۔ دارالسلام، لاہور۔

۲۹۷ ء۴۱۸ مولانا محمد حنیف یزدانی

ی۲۵ ت تعلیمات شاہ احمد رضا خان بریلوی، ص:۱۲۸۔ مکتبہ نذیریہ، لاہور۔

۲۹۷ ء۴۱۸ حافظ صلاح الدین یوسف

ی۷۷ ع عید میلاد کی تاریخی وشرعی حیثیت اور مجوزین کے دلائل کا جائزہ، ص:۴۹۔ مکتبہ ضیاء الحدیث، مصطفیٰ آباد، لاہور۔ (تعداد نسخ:۲)

۲۹۷ ء۴۱۸ حافظ صلاح الدین یوسف

ی۷۷ ج جشن وجلوس عید میلاد غلو فی الدین، ص:۳۵۔ ادارہ وحدت، مانچسٹر، برطانیہ۔ (تعدد نسخ:۲)

۲۹۷ ء۴۱۸ حافظ صلاح الدین یوسف

ی۴۷۷ ر رسومات محرم الحرام اور سانحہ کربلا، ص:۱۱۲۔ دارالسلام، لاہور۔

۲۹۷ ء۴۱۸ مولوی حکیم وکیل احمد صاحب سکندر پوری

ا۵۷ ا اصباح الحق الصریح عن احکام المحدث الحسن والقبیح، ص:۱۱۲۔ طبع مجتبائی، دہلی۔

۲۹۷ ء۴۱۸ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی

و۸۶ ب ا البلاغ المبین فی احکام رب العالمین واتباع خاتم النّبیین، ص:۱۲۸۔

۲۹۷ ء۴۱۹ محمد انس ایم ایس سی (ریاضی)

ا۲۷ د دنیا کا سب سے بڑا گناہ، ص:۱۲۸۔ حاجی محمد طارق جنجوعہ، ادارہ نشریات اسلام، لاہور۔

۲۹۷ ء۴۱۸ شیخ الاسلام ابن تیمیہ

ا۱۲۳ ش شرک کیا ہے؟ ص:۵۴۔ فردوس پبلی کیشنز، دہلی۔

مسلمان کا زوال

اگرچہ زر بھی جہاں میں ہے قاضی الحاجات
جو فقر سے ہے میسر، تونگری سے نہیں
اگر جواں ہوں مری قوم کے جسور و غیور
قلندری مری کچھ کم سکندری سے نہیں
سبب کچھ اور ہے، تُو جس کو خود سمجھتا ہے
زوال بندۂ مومن کا بے زری سے نہیں
اگر جہاں میں مرا جوہر آشکار ہوا
قلندری سے ہوا ہے، تونگری سے نہیں

(علامہ محمد اقبال)